ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ

ستمبر ۱۹۹۳ء

محمدؐ اللہ کے رسول اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں سخت

ہیں کافروں پر اور آپس میں نرم دِل ہیں۔ (سورۃ فتح۔ ایت ۲۹)

افکارِ احرار

حکومتِ الٰہیہ اور احرار

احرار حکومت الہیہ کے قیام کے تمام امکانات پر پوری عقیدت کے ساتھ غور کرنے اور اس کے لئے ہر قربانی پیش کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن وہ اس مقدس نام کو ذاتی یا جماعتی وجاہت کے لئے استعمال کرنے کے خلاف ہیں۔ جب کبھی حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے ذرا سا بھی موقع پیدا ہوگا تو احرار سب سے پہلے اس کی طرف دوڑیں گے۔ ہر صاحب بصیرت دیکھ سکتا ہے کہ اس ملک میں اگر کوئی جماعت حکومت الہیہ کے مجاہدین میں ہو سکتی ہے تو وہ احرار کی جماعت ہے۔ وہ احرار ہیں جن کا وجود صرف قوت الٰہی کے بھروسہ پر ہے۔ سرمایہ، خطاب، جاگیر و حکومت کی بالواسطہ یا بلاواسطہ امداد نے احرار کو احرار نہیں بنایا۔ ان کا جو کچھ بھی سرمایۂ افتخار ہے وہ زندان ہائے تاریک کی تنہائیاں، غل و زنجیر کی جھنکاریں اور بارگاہ رب العزت میں عاجزانہ رکوع و سجود کے مظاہرے ہیں۔ انہوں نے دنیوی جاہ و جلال سے زیادہ ہمیشہ ٹوٹے دلوں اور اشک فشاں آنکھوں پر اعتماد کیا۔ یہی وہ اوصاف ہیں جو حکومت الہیہ کے خادموں میں ہوتے ہیں۔ پس اگر ہمالہ کے اس پار حکومت الہیہ کا کوئی شیدائی ہے تو اسے تمام دوسرے اداروں سے کٹ کر احرار کی صفوں میں آنا چاہیئے۔ قوت الٰہی کا مسکن صرف احرار کے دل ہیں جو اُن دلوں سے بالکل مختلف ہیں جن میں خطابوں کی ہوس، جاگیروں کی طمع اور اقتدار پرستی کا جذبہ ہے۔ دونوں میں وہی فرق ہے جو قرآن نے اصحابُ الیمین اور اصحاب الشمال میں۔ اصحاب المیمنہ اور اصحاب المیسرہ میں۔ یا اصحاب الجنتہ یا اصحاب النار میں بتایا ہے۔ بے شک:

لا یستوی الاعمٰی والبصیر۔

(اندھا اور بینا برابر نہیں ہوتے)

حافظ علی بہادر

مدیر "روزنامہ ہلالِ نو" بمبئی

۱۹۴۳ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

ربیع الاول ۱۴۱۴ھ ستمبر ۱۹۹۳ء جلد ۴ شمارہ ۹ قیمت فی پرچہ =/۸ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر:

سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول:

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ● قمر الحسنین

خادم حسین ● ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ● عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

◎ اندرونِ ملک =/۱۰۰ روپے ◎ بیرونِ ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ھاشم — مہربان کالونی — ملتان — فون ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوۃ (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نور پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ :	دل کی بات	مُدیر	۳
دین و دانش :	خطبۃُ التقویٰ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطبۂ جمعہ	۶
خطاب :	سیرت نبوی کا پیغام	سید عطاء المحسن بخاری	۱۱
مقالات :	حضرات صحابۂ کرام	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۲۱
	ہندوستان میں عیسائیت	حکیم محمود احمد ظفر	۲۴
حصۂ نعت :	مولانا ابوالکلام آزاد، حکیم محمود احمد ظفر، احمد ندیم قاسمی عاصی کرنالی، امجد اسلام امجد، انور جمال		۳۰
حصۂ نظم :	سید عطاء المحسن بخاری، ظفر علی خان، جانباز مرزا عبدالکریم صابر، مجید لاہوری، عزیز سندھو۔		۳۴
زاویۂ نگاہ :	اخبار کی ایک خبر	قمر الحسنین	۳۹
جگ بیتی :	تجربات کی بھٹی	شمس الاسلام بہاری	۴۱
تجزیہ و تبصرہ :	عدالت عالیہ کا قادیانیوں کے بارے میں فیصلہ	زاہد الراشدی	۴۲
طنز و مزاح :	کچھ ناموں کے بارے میں	مجید لاہوری	۴۷
	زباں میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۵۰
تحقیق :	اہمیتِ علم	ابوسفیان تائب	۵۱
مُشاہدہ :	ابر نے دریا پہ جو برسایا پانی	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	۵۴
خیال اپنا :	بارہ کروڑ عوام	عبدالواحد بیگ	۵۶
چمن چمن اُجالا :	رودادِ اجتماعات	نمائندگانِ نقیب	۵۷
حُسنِ انتقاد :	تبصرۂ کتب	سید محمد ذوالکفل بخاری	۵۹
ترحیم :	مسافرینِ آخرت	ادارہ	۶۲
دُعاءِ صحت :		〃	

دل کی بات

زیر نظر شمارہ آپ تک پہنچنے سے پہلے یا بعد عام انتخابات کا شوروشغب شروع ہو جائے گا۔ پھر وہی آموختہ دہرایا جائیگا جو جمہوریت کا خاصہ ہے یعنی افراتفری، بدامنی، قتل و غارت گری، بم دھماکے (جس کا آغاز ہو چکا ہے) گالی گلوچ، سودے بازی اور ضمیر فروشی کا بازار حق رائے دہی کے نام پر گرم کیا جائے گا۔

قارئین کرام! آج کی نشست میں ہم نے اپنے دل کی بہت ساری باتیں وضاحت کے ساتھ آپ سے کرنی ہیں۔ جن کی روشنی میں آپ کو دو ٹوک فیصلہ کرنا ہو گا۔

امریکہ۔ اس وقت دنیا کی واحد بڑی طاقت کے طور پر اپنے آپ کو منوا رہا ہے۔ وہ دنیا میں اپنی کامل بالادستی کے خوابوں کی تعبیر دیکھنے کا منتظر ہے۔ تمام اسلامی ممالک خاص طور پر اس کی ظالمانہ اور سفاکانہ کارروائیوں کی زد میں ہیں۔ بعض ممالک میں تو اس کی مداخلت سفلگی اور کمینگی کی انتہاؤں کو چھو رہی ہے۔ الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ کی واضح کامیابی کے بعد ان پر فوجی چڑھائی اور اقتدار سے محرومی، عراق پر مسلسل حملے، سعودی عرب اور عرب ریاستوں کے وسائل پر جبری تسلط، عراق پر مسلسل حملے، بوسنیا کے مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم، صومالیہ کی اقتصادی و معاشی بربادی لبنان میں مستقل انتشار اور قتل و غارت گری۔ فلسطین، افغانستان اور کشمیر کی تحریکوں کی بربادی ایسی واضح مثالیں ہیں کہ کوئی حقیقت پسند ان سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔

پاکستان میں جاری سیاسی تبدیلیوں کا عمل، حکومتوں کی مسلسل توڑ پھوڑ اور تازہ سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کے نتیجہ میں معرض وجود میں آنے والی نگران حکومت (امریکی حکومت) کے فیصلے اقدامات اور اعلانات بھی امریکی منصوبہ کا حصہ ہیں۔ امریکہ ایک خاص حکمت عملی کے تحت پاکستان میں اپنے مفادات کے مکمل تحفظ کے لئے فضا سازگار بنا رہا ہے۔ ہم اُن خفیہ ہاتھوں کو بھی واضح طور پر پہچان رہے ہیں جو اس کھیل میں امریکی ایجنٹ بن کر اپنی "ماں دھرتی" پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ ان میں اول نمبر قادیانی ہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں کے فکری گماشتے ہیں۔ دوم وطن فروش اور ضمیر فروش سیاست دان ہیں۔ اول الذکر گروہ تو موروثی انعامات و نوازشات کے بدلے حق نمک ادا کر رہا ہے۔ جبکہ مؤخر الذکر طائفہ نے ملک کے وقار، استحکام اور دفاع کو اپنی ذاتی دشمنیوں اور اغراض و مفادات کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ کسی بھی ملک کی مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ انتہائی محترم، حساس اور اہم ادارے ہوتے ہیں۔ ملک کا وقار انہی کے استحکام سے وابستہ ہوتا ہے۔ امریکہ نے اپنے گماشتوں کے ذریعے ان اداروں کو آپس میں بھڑایا اور عوام میں انہیں بے وقعت کیا۔ اسلم بیگ پہلے آدمی ہیں جنہیں توہین عدالت کے حوالے سے بطور مہرہ کے استعمال کیا گیا۔ بد قسمتی سے ہمارے ملک میں ایسے لوگوں کو اپنے منصبی پروٹوکول کی وجہ سے تحفظات بھی حاصل ہوتے ہیں۔ ماضی میں صوبائی حکومتوں کا مرکز سے جارحانہ، تصادم تین مرتبہ منتخب حکومتوں کا خاتمہ، تین مرتبہ نگران حکومتوں کی تشکیل، ملک اور عوام کو مستقل بحرانی کیفیت سے دوچار کرنا، —— شناختی کارڈ میں مذہب کے اندراج کے فیصلہ کو تبدیل کرانے کے لئے عیسائیوں کے مظاہرے، امریکی منصوبہ بندی کے تحت شعوری کوششوں کا ہی شاخسانہ ہے۔ نواز شریف —— حکومت جزوی طور پر تو امریکی مفادات کا تحفظ کرتی رہی ہے مگر کاملاً نہ کر سکی لہذا اسے برطرف کر دیا گیا۔ اس کے لئے پی پی پی کو استعمال کر کے لانگ مارچ کا ڈرامہ بھی رچایا گیا۔ برطرفی کے بعد عدلیہ کے فیصلہ سے حکومت کی بحالی اور پھر اس کے خاتمہ سے جہاں دو متحارب سیاسی گروہوں کو رسوا کیا گیا وہاں عدلیہ کا وقار بھی مجروح کیا گیا۔

کچھ مفادات بلخ شیر مزاری کی نگران حکومت سے حاصل کئے گئے۔ جن میں سول اور فوج کے اہم عہدوں پر طوفانی تبدیلیاں اور خاص طور پر فوج میں ایک عیسائی کی جنرل کے عہدہ پر ترقی نہایت اہم واقعہ ہے۔ پھر دوسری نگران حکومت کے لئے معین قریشی کی صورت میں ایک سفاک معاشی ڈریکولا قوم کو تحفتہً دیا گیا جو پاکستانی کم امریکی زیادہ ہے۔ اردو بولتے ہوئے انہیں بے عزتی دامن گیر ہوتی ہے اس لئے انگریزی بولتے ہیں اور انگریزی سوچتے ہیں۔ پینتیس سال بعد اپنے عزیز وطن کو لوٹائے گئے تو اُن کے "شفاف" ذہن میں والدہ کی قبر کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔ یہ کارنامہ بھی سپیشل برانچ کے دو

اہلکاروں نے سرانجام دیا اور لاہور میں قریشی صاحب کی آمد سے پہلے چوبیس گھنٹوں میں قبر ڈھونڈ نکالی۔ نگران وزیر اعظم شلوار نہیں پہنتے اس لئے ازار بند باندھنے کے طریقہ سے ناواقف ہیں۔ لہذا شلوار کو **گیلس** باندھ لی ہے مبادا قدموں میں ڈھیر ہوجائے۔ اُن کی منکوحہ جرمن خاتون ہیں۔ ان کے اور ان کے بچوں کے سسرال بھی پاکستانی نہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق حال ہی میں وہ پاکستانی شہری بنائے گئے ہیں۔ اس ذات شریف نے اقتدار سنبھالتے ہی انتہائی سرعت کے ساتھ بعض ایسے اقدامات اٹھائے ہیں جو نگران حکومت کے دائرہ کار میں نہیں ہوتے۔ وہ اگر صرف منصفانہ انتخابات کے لئے بھیجے گئے ہوتے تو ایسا نہ ہوتا چونکہ وہ "شفاف" انتخابات کے لئے "ایکسپورٹ" کئے گئے ہیں اور مستقبل میں بھی اقتدار میں حصہ دار بننے کے خواہاں ہیں۔ اس لئے منتخب حکومت والے اقدامات کر رہے ہیں۔ جن میں انتظامی عہدیداروں کے وسیع پیمانے پر تبادلوں سے ملکی خزانہ کی تباہی اور ناقابل تلافی نقصان، کرنسی کی قیمت میں خوفناک حد تک کمی، زرعی ٹیکس کے نام پر ہوشربا مہنگائی، موٹروے اور پیلو کیب سکیم کا خاتمہ جیسے اقدامات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگر تبدیل ہونے والے افسر جانب دار ہیں اور ان کی سیاسی وابستگیاں ہیں تو وہ دوسرے مقامات پر بھی یہ کام اپنے اختیارات کے بل بوتے پر کر سکتے ہیں۔ نگران وزیر اعظم نے مختلف ممالک میں اپنے مشن (دفاتر) بند کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس سے چند لاکھ روپے تو بچ جائیں گے مگر دشمن ممالک کی سازشوں کا پتہ چلانے کے لئے دس گنا زیادہ خرچ ہوگا۔ آئی ایم ایف کے دباؤ پر زرعی ٹیکس لگایا گیا مگر دوسری طرف گندم کی قیمت میں ناقابل برداشت اضافہ کر کے جاگیردار کو ٹیکس کا نعم البدل عطاء کیا گیا۔ اس سے غریب عوام کی زندگی تو متاثر ہوئی ہے۔ جاگیردار کی نہیں گندم کی خرید اُن کی دسترس سے باہر ہوئی ہے۔ بجلی اور پٹرول کے نرخوں میں اضافہ ہوا ہے۔ کرائے بڑھے ہیں، عام شہری کی زندگی اجیرن کی گئی ہے۔ قیمتوں میں اضافہ کی بجائے زمیندار کو زرعی سہولتیں مہیا کی جاتیں تو پیداوار میں اضافہ سے زمیندار کا نقصان بھی پورا ہوتا اور ملک کو زرعی استحکام بھی نصیب ہوسکتا تھا۔

اس وقت ملک زبردست اقتصادی و معاشی بحران کی بھنور میں پھنسا ہوا ہے۔ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے سرکردہ رہنماؤں کے نام قرض نادہندگان اور معاف کرانے والوں کی فہرست میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ فہرست نہایت شرمناک اور عبرت انگیز ہے۔ دونوں گروہوں نے ملک کو نہایت صفائی سے لوٹا ہے۔ اور تیسرا مقتدر انہی کے نقش قدم پر چل کر ملک کا دیوالیہ نکال رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت بنکوں کے ۲۳ ارب روپے سے زائد مالیت کے قرضے واجب الادا ہیں۔ واپڈا، پی ٹی سی، اور دیگر اداروں کو ۲۵ ارب سے زائد واجبات کی ادائیگی نہیں ہورہی۔ ماہرین کو خدشہ ہے کہ ۹۴-۱۹۹۳ء پاکستان میں افراطِ زر کی شرح میں اضافے کے حوالے سے شدید اور بدترین سال ثابت ہوسکتا ہے۔

معین قریشی حال ہی میں کشمیر کے دورہ پر بھی تشریف لے گئے تھے۔ وائس آف جرمنی نے فوجی حلقوں کے حوالے سے بتایا کہ پاکستان نے امریکی دباؤ میں آکر کشمیری حریت پسندوں کی امداد بند کردی ہے۔ جو پاکستان سے الحاق کی جنگ کر رہے ہیں۔ اس خبر کی عملی تصدیق ہمارے ذرائع ابلاغ کے رویئے سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ آج کل ریڈیو اور ٹی وی سے کشمیر کو گول کردیا گیا ہے۔ یقیناً یہ شرمناک اقدام بھی امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔

ہمیں خدشہ ہے کہ عنقریب نگران حکومت یہ فیصلہ بھی کرنے والی ہے کہ اقلیتوں پر سے پابندی ختم کردی گئی ہے۔ مخلوط انتخابات ہوں گے۔ اس لئے کہ معین قریشی مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے ایم ایم احمد کے پرانے دوست اور کسی حد تک ہم فکر بھی ہیں۔ وہ قادیانیوں کو بھی امریکی اشارے پر فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔

الیکشن کمیشن نے جو ضابطہ اخلاق ۲۲ اگست کو جاری کیا اس میں دو باتیں نہایت اہم ہیں۔

۱۔ کسی امیدوار یا جماعت کو کافر، منکر یا غدار نہیں کہا جاسکے گا۔

۲۔ جنس کی بنیاد پر کسی امیدوار کے انتخابات میں حصہ لینے پر تنقید نہیں ہوسکے گی۔

یاد رہے کہ یہ دونوں تجاویز پیپلز پارٹی کی طرف سے پیش کی گئیں جنہیں منظور کرلیا گیا۔ الیکشن کمیشن اگر یہ وضاحت بھی ساتھ ہی کردے کہ کافر، منکر یا غدار کو کیا نام دیا جائے گا اور کن معزز القاب سے یاد کیا جاسکے گا تو یہ اُن کا قوم پر احسان

ہو گا۔ اور یہ حکم بھی صادر فرما دے کہ جنس کی بنیاد پر (اسلام کے حوالے سے) بے نظیر کی مخالفت قانوناً منع ہے۔ ساتھ ہی نگران قریشی صاحب قرآن کریم کے بارے میں بھی اپنا فیصلہ صادر فرما دیں کہ انہیں ناپسند اور نامنظور ہے۔ اس سے کم از کم اُن کی اور ہماری منزل ضرور متعین ہو جائے گی۔

علاوہ ازیں بزعم خود پاکستان کے سب سے بڑے خیر خواہ "نوائے وقت" نے اپنے ایک اداریہ میں "نوائے وقتی" کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فاطمہ جناح نے الیکشن لڑ کر فیصلہ کر دیا **تھا** کہ عورت الیکشن لڑ سکتی ہے۔ اس کی ممانعت نہیں۔
"نظامی نویسیوں" کی خدمت میں عرض ہے کہ دینی معاملات میں فاطمہ جناح ہمارے لئے حجت نہیں نہ بانیٔ پاکستان مسٹر جناح اس معاملہ میں ہم صرف شریعت کے پابند ہیں اور نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہی مسلمانوں کے لئے حجت ہیں۔

* ——— این ڈی اے اور اے پی سی کے بد نام زمانہ سیاست دان گھٹنوں میں منہ چھپائے نادم بیٹھے ہیں۔ اُن کی اُڑائی ہوئی خاک خود انہی کے سروں پر پڑ رہی ہے۔

پی۔ ڈی اے (پی پی پی + شیعہ) مسلم لیگ نواز گروپ، اسلامی جمہوری محاذ، متحدہ دینی محاذ اور پاکستان اسلامک فرنٹ (جماعت اسلامی) اور دیگر ناقابلِ شمار جماعتیں اس وقت انتخابی اکھاڑے میں اوچھل کود میں مصروف ہیں۔

پیپلز پارٹی اور شیعوں نے تو اپنا منشور واضح طور پر پیش کر دیا ہے۔ قولی اور عملی دونوں لحاظ سے سب پر واضح کر دیا ہے کہ وہ ہرگز اسلام نہیں چاہتے۔ مخلوط انتخاب، آٹھویں ترمیم کا مکمل خاتمہ اور ملا سے اسلام کی نجات وغیرہ وغیرہ۔۔۔ مگر نواز شریف ابھی تک مذبذب ہیں۔ انہیں وضاحت کرنی چاہیے کہ وہ جداگانہ انتخاب چاہتے ہیں یا مخلوط؟ آٹھویں ترمیم کا مکمل خاتمہ کریں گے یا اس ترمیم کے ذریعے کئے گئے اسلامی اقدامات کو باقی رکھیں گے؟ پیپلز پارٹی اور شیعہ گروہ نے تو مخلوط انتخاب اور آٹھویں ترمیم کے مکمل خاتمہ کا منشور دیکر قادیانیوں کو تحفظ دیا ہے۔ نواز شریف صاحب آئندہ کس کو تحفظ دینا چاہتے ہیں؟۔

دینی جماعتوں کے تین اتحاد بغیر لنگر لنگوٹ کے انتخابی میدان میں اتر چکے ہیں۔ بعض حلقوں کی طرف سے کہا جا رہا ہے کہ اس سے لادین اقتدار میں آ جائیں گے۔ نواز شریف دینی جماعتوں کے فطری حلیف ہیں۔ انہیں اس موقع پر اُن کا ساتھ دینا چاہیے۔ دینی جماعتوں کا موقف ہے کہ نواز شریف نے اپنے عہد اقتدار میں ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ شریعت کو رسوا کیا ہے اب اُن پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ ہم احرار والے تو گزشتہ بیس برسوں سے یہ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ موجودہ جمہوری نظام مشرکانہ اور کافرانہ ہے۔ اس نظام کے اندر رہ کر ایک مسلمان کیلئے شریعت کے مطابق زندگی گزارنا ممکن ہی نہیں۔

اول تو یہ جمہوری نظام دینی جماعتوں کی سیاست و جدوجہد سے کوئی مناسبت ہی نہیں رکھتا اگر انہیں یہ کڑوی گولی نگلنے کا بہت ہی زیادہ شوق ہے تو پھر انہیں ایک اتحاد کی صورت میں سامنے آنا چاہیے تھا۔ اس کے بغیر نہ تو اُن کا کوئی وزن ہے اور نہ ہی سیکولر جماعتوں کی وہ ضرورت ہیں۔۔ یہ تمام اتحاد ایک ہوں تو بہت بڑی قوت ہیں۔ اگر سب کا مقصد نفاذ اسلام ہے تو پھر ایک منشور، ایک نام اور ایک نشان پر متحد ہو کر وہ کیوں سامنے نہیں آتے؟۔ اسلام منزل نہیں تو پھر وہ اپنے اس طرز عمل کو کیا نام دیں گے۔ لوکل ایڈجسٹمنٹ ایک منافقانہ طرز عمل ہے جو بدقسمتی سے دینی جماعتوں نے لادین جماعتوں سے مستعار لیا ہے۔ یعنی جہاں مفاد اور جیت کے آثار نظر آئیں وہاں ایک ہو جائیں؟۔ یوں منتخب ہو کر اسمبلی میں یہ کس کی نمائندگی کریں گے؟ دینی جماعتیں آپس میں تو فطری حلیف ہیں۔ نواز شریف اُن کا فطری حلیف نہیں۔ آپ اسلام کی بالادستی کے قائل ہیں اور باقی تمام سیاست دان امریکہ کی۔۔۔۔ آپ اسلام کو اجتماعی مسئلہ سمجھتے ہیں اور سیاست دان انفرادی۔۔۔ اسلام پسند ووٹر کو موجودہ صورت حال کے نتیجہ میں مستقبل میں امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ (بقیہ ص ۶۳ پر)

خطبة التقوىٰ

پہلی نماز جمعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطبہ

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطبہ ہے کہ جو آپ نے ہجرت کے بعد دیا۔ سفر ہجرت میں آپ نے قبا میں چند روز قیام فرما کر جمعہ کے روز مدینہ منورہ کا ارادہ فرمایا۔ ناقہ پہ سوار ہوئے۔ راستہ میں محلہ بنی سالم پڑتا تھا۔ وہاں پہنچ کر جمعہ کا وقت آگیا اور وہیں آپ نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ یہ اسلام میں آپ کا پہلا خطبہ اور پہلی نماز جمعہ تھی۔ یہ وہ خطبہ ہے جس کا ہر لفظ دریائے فصاحت وبلاغت کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور جس کا ہر حرف امراضِ نفسانی کیلئے شفا اور مُردہ دلوں کے لئے آبِ حیات ہے۔ جس کا ہر کلمہ اربابِ ذوق کے لئے رحیقِ مختوم سے کہیں زیادہ شیریں اور لذیذ ہے۔ تیرہ سالہ مظلومانہ زندگی کے بعد جو خطبہ دیا جا رہا ہے اس میں ایک حرف بھی اپنے دشمنوں کی مذمت اور شکایت کا نہیں سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری اور آخرت کی تیاری کے کوئی لفظ لسان نبوت سے نہیں نکل رہا ہے بے شک آپ انك لعلیٰ خلق عظیم کے مصداق تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وبارك وترحم۔

جمعہ سے فارغ ہو کر آپ ناقہ پر سوار ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور مدینہ کا رُخ فرمایا انصار کا ایک عظیم الشان گروہ ہتھیار لگائے ہوئے آپ کے یمین ویسار آگے اور پیچھے آپ کے جلو میں چل رہا تھا۔ (فتح الباری ج : ۷، ص : ۱۹۵۔ سیرت المصطفیٰ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔ ج : ۱ ص : ۴۰۱ تا ۴۰۵)

الحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ	الحمد للہ۔ اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے اعانت
وَاَسْتَغْفِرُهٗ واستهديه واؤمن	اور مغفرت اور ہدایت کا طلبگار ہوں اور اللہ پر
بـه ولا اكفر۔ واعادی من يكفره	ایمان رکھتا ہوں اس کا کفر نہیں کرتا، بلکہ اس کے
واشهد ان لا اله الا الله وحده	کفر کرنے والوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہوں
لا شريك له وان محمدا عبدهٗ	اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اور محمد
ورسوله ارسله بالهدى والنور	اس کے بندہ اور رسول ہیں جس کو اللہ نے
والموعظة على فترة من	ہدایت اور نور حکمت اور موعظت دے کر
الرسل وقلة من	ایسے وقت میں بھیجا کہ جب انبیاء ورسل
العلم وضلالة من	کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور زمین پر علم
الناس وانقطاع من الزمان	برائے نام تھا اور لوگ گمراہی میں تھے اور

ودنو من الساعة وقرب
من الاجل - من يطع الله و
رسوله فقد رشد ومن
يعصهما فقد غوىٰ وفرّط وضل
ضلالاً بعيداً اوصيكم بتقوى
الله فانه خير ما اوصى به
المسلمُ المسلمَ ان يحضّه
على الآخرة وان يامره بتقوى الله
فاحذروا ما حذّركم الله
من نفسه ولا الا افضل من
ذلك نصيحةً ولا افضل من
ذلك ذكرىٰ وان تقوى الله
لمن عمل به على وجل ومخافة
من ربه عون صدقٍ على ما تبغون
من امر الآخرة ومن يصلح الذي
بينه وبين الله من امره في
السر والعلانية لا ينوي بذلك
الا وجه الله يكن له ذكراً في عاجل امره
وذخراً فيما بعد الموت حين
يفتقر المرء الى ما قدّم وما كان

قیامت کا قرب تھا جو اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت کرے اس نے ہدایت
پائی اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی
کی وہ بلاشبہ بے راہ ہوا اور
کوتاہی کی اور شدید گمراہی میں مبتلا ہوا اور
میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا
ہوں لیے کہ ایک مسلمان کی دوسرے
مسلمان کو بہترین وصیت یہ ہے کہ اس
کو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ اور
پرہیزگاری کا اس کو حکم دے پس بچو
اس چیز سے کہ جس سے اللہ نے تم کو ڈرایا
ہے تقویٰ سے بڑھ کر کوئی نصیحت اور
موعظت نہیں اور بلاشبہ اللہ کا تقویٰ اور
خوف خداوندی آخرت کے بارے میں
سچا معین اور مددگار ہے اور جو شخص ظاہر و
باطن میں اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست
کرلے جس سے مقصود محض رضائے خداوندی
ہو اور کوئی دنیاوی غرض اور مصلحت
پیش نظر نہ ہو تو یہ ظاہر و باطن کی مخلصانہ
اصلاح دنیا میں اس کے لیے باعث عزت و

من سوی ذلك يود لو ان بينه
وبينه امدا بعيدا ۔ ويحذر
كم الله نفسه والله رؤف
بالعباد والذی صدق قوله
انجز وعدہ لا خلف لذلك
فانه يقول عز وجل ما يبدل
القول لدی وما انا بظلام للعبيد
فاتقوا الله فی عاجل امركم
واٰجله فی السر والعلانية فانه
من يتق الله يكفر عنه سيئاته
ويعظم له اجرا ومن يتق الله
فقد فاز فوزا عظيما وان تقوی
الله يوقی مقته ويوقی
عقوبته ويوقی سخطه وان
تقوی الله يبيض الوجوه ويرضی
الرب ويرفع الدرجة خذوا
بحظكم ۔ ولا تفرطوا فی جنب الله
قد علمكم الله كتابه ونهج لكم
سبيله ليعلم الذين صدقوا ويعلم
الكاذبين فاحسنوا كما

شہرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرۂ آخرت
ہے کہ جس وقت انسان اعمال صالحہ کا
غایت درجہ محتاج ہوگا اور خلاف تقویٰ
امور کے متعلق اس دن یہ تمنا کرے گا کہ
کاش میرے اور اس کے درمیان مسافت
بعیدہ حائل ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی
عظمت اور جلال سے ڈراتے ہیں اور یہ
ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں
پر نہایت ہی مہربان ہیں اللہ اپنے قول
میں سچا ہے اور وعدہ کا وفا کرنے والا ہے
اس کے قول اور وعدے میں خلف نہیں
ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید
پس دنیا اور آخرت میں ظاہر میں اور باطن
میں اللہ سے ڈرو ۔ تحقیق جو شخص اللہ سے
ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا
کفارہ فرماتے ہیں اور اجر عظیم عطا فرماتے
ہیں اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ
اس کے گناہوں کا کفارہ فرماتے ہیں
اور اجر عظیم عطا فرماتے ہیں اور جو شخص
اللہ سے ڈرے تحقیق وہ بلا شبہ بڑا کامیاب

احسن الله اليكم وعادوا
اعداءه۔ واجتباكم
وسماكم المسلمين
ليهلك من هلك عن
بينة ويحيى من حيّ عن
بينة ولا قوة الا بالله
فاكثروا ذكر الله واعملوا
لما بعد اليوم فانه من
يصلح ما بينه وبين الله
يكفه الله ما بينه وبين
الناس ذلك بان الله
يقضي على الناس ولا يقضون
عليه ويملك من الناس
ولا يملكون منه۔ الله اكبر
ولا قوة الا بالله العظيم
(۱)

ہوا۔ اور تحقیق اللہ کا تقویٰ ایسی شے ہے کہ اللہ کے غضب اور اس کی عقوبت اور سزا اور ناراضی سے بچاتا ہے اور تقویٰ ہی قیامت کے دن چہروں کو روشن اور منور بنائے گا اور رضاء خداوندی اور رفع درجات کا ذریعہ اور وسیلہ ہوگا اور تقویٰ میں جس قدر حصہ لے سکتے ہو وہ لے لو اس میں کمی نہ کرو اور اللہ کی اطاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم کے لیے کتاب اتاری اور ہدایت کا راستہ تمہارے لیے واضح کیا تاکہ صادق اور کاذب میں امتیاز ہو جائے۔ پس جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا اسی طرح تم حسن اور خوبی کے ساتھ اس کی اطاعت بجا لاؤ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو اس کی راہ میں کما حقہ جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے لیے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا نام اور لقب ہی مسلمان رکھا ہے یعنی اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھا۔ پس اس نام کی لاج رکھو منشاء خداوندی یہ ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیام حجت

---

(۱) تاریخ طبری ج: ۲، ص: ۲۲۵۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج: ۳، ص: ۲۱۳

کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی قیام حجت کے بعد بصیرت کے ساتھ زندہ رہے کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ کی مدد کے ممکن نہیں پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور آخرت کے لیے عمل کرو۔ جو شخص اپنا معاملہ خدا سے درست کر لیگا اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی کفایت کرے گا کوئی شخص اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے اللہ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں۔ لہذا تم اپنا معاملہ اللہ سے درست کر لو۔ لوگوں کی فکر میں مت پڑو اور اللہ سب کی کفایت کرے گا اللہ اکبر ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

❋

سبائی فتنہ (جلد اوّل)

تالیف

مولانا ابو ریحان سیالکوٹی

اہلسنت کا روپ دھار کر رفض و سبائیت پھیلانے والے چکوالی فرقہ کے باطل افکار و خیالات کا مدلل، علمی و تحقیقی محاسبہ۔

ایک تہلکہ خیز کتاب جس نے نام نہاد تقدس مآبوں کی کمین گاہوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔

کمپیوٹر کتابت ○ اعلیٰ طباعت ○ ۵۶۸ صفحات ○ قیمت ۱۵۰/ روپے

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان،

خطاب: سید عطاء المحسن بخاری
ناقل: ابو معاویہ

سیرتِ نبوی کا پیغام

بہ موقع سیرۃ کانفرنس بریڈفورڈ
(برطانیہ) ١٧ نومبر ١٩٨٥ء

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ و نستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضلل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔ و نشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ و نشھدان سیدنا وسندنا وحبیبنا ومولانا وقائدنا الاعظم والرسول الاکرم والنبی الافخم محمداً عبدہ ورسولہ لا نبی بعدہ ولا رسول بعدہ ولاامام بعدہ ولا امۃ بعد امتہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الذین یبلغون رسالٰت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ وکفی باللہ حسیباً صدق اللہ العظیم۔

صدر محترم، سامعین کرام! آپ کے سامنے مجھ سے پہلے بہت سے علماء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو بیان کر کے اجر و ثواب حاصل کیا۔ میں بھی ان پیشرووں کا آخری فرد ہوں اور اجر و ثواب کی نیت سے دوچار باتیں عرض کروں گا۔

مروّج یوں ہے کہ دماغوں پر شخصیتوں کا بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ میرے متعلق جو بوجھ ڈالا گیا ہے وہ اتار دیں۔ نہ میں شیخ الاسلام ہوں نہ کوئی مقرر شعلہ بیاں۔ کچھ بھی نہیں ہوں بس آپ ہی میں سے ایک انسان ہوں۔ آپ کچھ سننے آئے ہیں میں کچھ سنانے کی کوشش کروں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ سیرت کا معنی اور مفہوم ہے بول چال، اعمال: گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بول چال، اعمال و افعال اور آپ کے ارشادات ہیں۔ حسنِ صورت پر گھنٹوں بیان کرنا سیرت کا حصہ بنایا جا سکتا ہے۔ جزوِ شریعت، جزوِ سیرت بنایا جا سکتا ہے۔ تبرکاً، زاویہ محبت سے آپ کی زلفوں کی تعریف، اس کی رنگت، چہرہ انور، رخسار، خدوخال، دندانِ گرامی، ہونٹ، اور جسامت وقدامت کو بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس سے ایک ذات سے محبت

تو یقیناً بڑھے گی۔ لیکن اس ذات گرامی کے اعمالِ طیبہ اور ارشادات عالیہ سے آپ روشناس نہیں ہوسکیں گے۔ ان چیزوں کا ذکر ضرور کرنا چاہیئے لیکن سیرت بول چال، اعمال و اخلاق اگر ہم اس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے تو یوں سمجھیئے کہ ہم نے محبت کا اظہار تو کر دیا مگر جو مقصدیت تھی وہ ختم ہو گئی۔

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کیا ہے؟ بعض لوگوں نے کچھ تقسیمیں کی ہیں کہ جناب! ایک ہے شریعت، ایک ہے طریقت، ایک ہے حقیقت اور ایک ہے معرفت۔ یہ جو ہم نے اس کو چار حصوں میں بانٹا ہے اس کو اگر مزید مختصر کیا جائے تو ان سب چیزوں کے مجموعے کا نام سیرت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کیا ہے؟ سیرت! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طریقت کیا ہے؟ سیرت! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کیا ہے؟ سیرت! معرفت کیا ہے؟ سیرت! وہ کون سی شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت ہے جو سیرت سے باہر ہے؟ اور جو سیرت سے باہر ہے وہ نہ شریعت ہے نہ طریقت ہے اور نہ حقیقت و معرفت ہے۔

گویا سرکارِ دوعالم رحمتہ اللعلمین، شفیع المذنبین سید الاولین و الاخرین قائد الغرا لمحجلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ اجمعین آپ کی سیرتِ طیبہ ومقدسہ ایک ایسی کتاب کا عنوان ہے جس کے ہزاروں ابواب اور لاکھوں عنوانات ہوسکتے ہیں۔ لیکن جامعیت اسی میں ہے اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا الفاظ میرے اپنے ہوسکتے ہیں:

سیف انداز بیاں بات بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

سیدہ کائنات ضجیعۂ رسول رب العلمین حبیبۂ حبیبِ رب العلمین سیدہ عائشہ صدیقہ، حمیرا، طاہرہ ومطہرہ بتول العذر اصلوات اللہ وسلام اللہ علیھا سے ایک خادمِ رسول ﷺ نے پوچھا کہ اے اماں جان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کیا ہے؟ سیدہ کائنات نے فرمایا:

کان القرآن خلقہ

کان القرآن خلقہ کی جو ترکیب ہے اس میں خُلقِ قرآن پرحاوی ہے گویا قرآن خود خلقِ رسول ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں قرآنِ ناطق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب جو اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ یہ بنیادی طور پر قرآنِ صامت ہے۔ خاموش، چپ چاپ ہے۔ اگر کتاب خود بولتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم کبھی نہ ہوتا۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم۔

اور نازل کیا ہم نے اس ذکرِ خاص کو آپ پر (کاہے کے لئے؟)

لتبین للناس۔

تاکہ آپ بیان کریں۔ تو قرآن ناطق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ نورِ مطلق جس کا ایک پر تو کتاب ہے۔ اس نور مطلق کا اس سے بہتر پر تو محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے کہ یہ کتاب محتاج ہے ان کے بیان کی۔ کتاب محض آپ کو کوئی نفع نہیں دے سکتی۔

لایضرک ولاینفعک

نہ کوئی نفع دے سکتی ہے نہ کوئی نقصان دے سکتی ہے۔ نفع پہنچے گا تو تبیینِ رسالت کے بعد۔ نقصان ہو گا تو تبیینِ رسالت کے بعد، اس کے قبول اور عدمِ قبول کی بنیاد پر ہو گا۔ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی بیان کی گئی بات کو قبول کریں گے تو نفع ہو گا۔ اور اگر اس سے روگردانی کریں گے تو نقصان ہی نقصان ہے۔ پھر آپ کی نمازیں، آپ کے روزے، آپ کی تہجد گزاریاں، آپ کی شب زندہ داریاں، آپ کا زہد و ورع اور آپ کی تلاوت کتاب اور آپ کے تمام اعمال رائیگاں ہیں۔ اگر آپ انفرادی زندگی میں قبول کرتے ہیں مگر اجتماعی زندگی میں اس کو (REJECT) رد کرتے ہیں تو گویا آپ نے خود فیصلہ فرما لیا کہ آپ رسوم کے دین کو قبول کرتے ہیں اور قانون کے دین کو قبول کرنا آپ پسند نہیں فرماتے۔ دین نام ہے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی باتوں اور آپ کے نورانی اعمال کا۔ (چھوٹی چھوٹی باتیں عرض کرنے کا عادی ہوں فلسفہ وغیرہ مجھے نہیں آتا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاتستقبلوا القبلة ولا تستد بروها او کما قال علیہ السلام۔

کہ پیشاب پاخانہ کا عمل کرتے وقت نہ قبلہ کی طرف رخ کرو اور نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو اب جو آدمی اس پر عمل نہیں کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دم بھرتا ہے وہ خود سوچے کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ جس کے گھر کے بیت الخلاء کا رخ بسوئے قبلہ ہو اس کا دل بسوئے قبلہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ شخص نبی ﷺ کے حکم کے بعد اہانت کا ارتکاب کرتا ہے۔

اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکو نہیں۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ الٹے ہاتھ سے کھاؤ پیو نہیں۔ اور مزید حکم ہے کہ دائیں ہاتھ سے ناک مت سنکو۔ استنجا مت کرو۔

اے اللہ کے بندو! نبی ﷺ نے حکم دیا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، الٹے ہاتھ سے ناک سنکو اور استنجا کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری تئیس برس کی حیات مقدسہ میں ایک مرتبہ بھی داہنے ہاتھ سے جوتا نہیں پکڑا۔ بلکہ الٹے ہاتھ سے جوتا تھاما۔ اور

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ

کوئی اور صورت ہم کیا سنواریں گے ہم تو اپنا آپ تباہ کر چکے (WESTERN CIVILIZATION) یہودیوں اور عیسائیوں کی تہذیب و ثقافت کے ڈائنامیٹ کو خود ہم نے اپنی دینی اور محمدی تہذیب کی بنیاد میں رکھ کر بھک سے اڑا دیا۔ اور مدعی ہیں کہ ہم عشاقِ رسول ﷺ ہیں۔ کیسے؟ کیونکر؟ سرکار دوعالم رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے باہر نکلتے ہیں کیا پڑھتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک قوم پر، ہماری انفرادی و اجتماعی شخصیت میں مداخلت کی ہے۔ فرمایا گھر سے نکلو تو کہو:

بسم اللہ توکلت علیٰ اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئٍ قدیر

آخر یہ سیرت کا حصہ نہیں ہے؟ سیرت آپ کیسے تعمیر کریں گے۔ ہمیں بھی بتایئے ہم ملاؤں کو! جن سے لوگوں کو نفرت ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ ہم دین کی محنت چھوڑ کر کوئی اور محنت شروع کر دیں گے تو امت کا یہی حشر ہوگا۔ جو ہو رہا ہے۔ جو محنت ہمیں وراثت میں ملی تھی ہم نے اس کو آہستہ آہستہ چھوڑ دیا۔ ہمیں اقرار کرنا ہوگا اپنے خلوت کدے میں اور امت کے سامنے اعتراف ذنوب کرنا ہوگا ہمارے اندر بے پناہ کمزوریاں ہیں حقائق کو آپ کب تک جھٹلائیں گے۔ صورت حال یہ ہے کہ اباجان کا انتقال ہو جائے تو بیٹا جان کو جنازہ کی دعا نہیں آتی۔ اور یہی صاحب انقلاب اسلامی کے مدعی بھی ہوتے ہیں۔

خدا کی شان تو دیکھو کہ کلیرھی گنجی
حضور بلبل بستاں کرے نوا سنجی

کون اسلام لائے گا۔ کہاں سے اسلام آئے گا۔ وہ مولوی جو ایک فی دس ہزار نہیں ہے؟ جو گداگر ہے، آپ سے بھیک مانگتا ہے۔ وہ انقلاب لاسکے گا؟ وہ تو ذہنی سماجی زندگی میں (CHANGE) تبدیلی نہیں لاسکا۔ چہ جائیکہ وہ ملکی زندگی میں انقلاب لائے۔ کیوں نفس کو دھوکہ دیتے ہیں آپ؟ مولوی کے پاس جو (EDUCATION) تعلیم ہے وہ شعوری طور پر ڈمی کلاس کر دی گئی ہے۔ اور آپ جس ایجوکیشن کو لیتے ہیں وہ اے کلاس ہے۔ اور اس سے آپ (EARNING HAND) برسرروزگار ہو جاتے ہیں۔ تم (UPPER HAND) ید العلیا ہو اور ہم ید السفلیٰ ہیں۔ تم ہمیشہ رہنا چاہتے ہو اور مولوی کو بدتر دیکھنا چاہتے ہو۔ اور اگر تمہاری منٹیلٹی یونہی (BUILD UP) بلند ہوتی رہی تو وہ دن دور نہیں جب یہودیوں، عیسائیوں کی طرح اسلام کو کان سے پکڑ کر پبلک سے نکال دیا جائے گا۔ پارلیمنٹ سے تو نکال دیا گیا ہے۔ اب پبلک پلیٹ فارم سے بھی ملائیت کے نام پر کان سے پکڑ کے نکال دیا جائے گا۔ منافقین و مشرکین کی حکومت ہوگی پھر روتے کیوں ہو روئے وہ جس نے دین کے نام پر محنت کی ہو اور ثمر نہ ملے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس تشریف لاتے ہیں گھر میں کیسے داخل ہوتے ہیں؟ کیا پڑھتے ہیں؟

اللھم انی اسئلک خیرالمولدو خیرالمخرح بسم اللہ ولجنا وعلیٰ اللہ ربنا توکلنا۔

اور اگر کوئی سامنے بیٹھا ہو تو اسے پہلے اسلام علیکم کہو۔ پھر درود شریف پڑھو پھر سورۂ اخلاص پڑھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر نکلتے ہیں تو وہی دعا

بسم اللہ توکلت علیٰ اللہ الخ

پڑھتے ہیں پھر سواری پر تشریف فرما ہوتے ہیں یہ تین چھوٹی چھوٹی باتیں عرض کر رہا ہوں بہت عام زندگی کی کفار و مشرکین کی ترقی سے مرعوب بعض لوگ

بڑی خوبصورتی کے ساتھ کہتے ہیں کہ جناب اسلام نے ہمیں مستقل کوئی ڈھانچہ نہیں دیا۔ (WE HAVE NO PATTER N) کیا کہنے!

جس نبی نے پیشاب پاخانے کا سلیقہ بتایا ہے وہ تمہیں (PATTER N OF LIFE) دے کے نہیں جاتا آپ کی یہ بات مان لوں؟ اور مان کے۔۔۔۔۔۔

گم مشت خاک ہوں مگر آندھی کے ساتھ ہوں

آپ کے ساتھ چل پڑوں- حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر بیٹھتے ہیں- پڑھتے ہیں

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین- سبحان الذی سخرلنا هذا وما کنا لہ مقرنین وانا انی ربنا لمنقلبون، اللهم انی اسئلک فی سفری هذا البرو التقویٰ ومن العمل ماترضیٰ اللهم هون علیٰ سفری اقونی بعدہ-

اللهم انت الصاحب فی السفر و الخلیفتہ فی الاہل والمال، اللهم انی اعوذبک من وعثاء السفر وکاٰبۃ المنظر و سوءِ المنقلب فی الاہل والمال- لا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظم-

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے-

پھر میں کیسے مان لوں کہ جب ان امور پر عمل کیا جائے تو جن امور کی بنیاد یوں صحیح ہو اس کا اختتام صحیح نہ ہو- ابتدا بہتر ہو تو ان شاء اللہ انتہا بہتر ہو گی- پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس بستی میں اترتے ہیں تو حکم دیتے ہیں کہ جب وہاں اترو اور داخل ہو تو پڑھو:

اللهم بارک لنا فیها، اللهم الرزقنا جناحہ و جبنا الیٰ احیا وحبِّب صالح اهلہ الینا-

کیا یہ سیرت نہیں؟ ابھی تو بول کی ہی بات کر رہا ہوں اور نبی کے بول تو تیئس برس کو محیط ہیں- تیئس برس یہ میٹھے بول فضا میں بکھیرے گئے- محبتیں بکھیرتے ہوئے، روشنیاں بانٹتے ہوئے، مبشرات تقسیم کرتے ہوئے، انسانیت کی تعمیر کرتے ہوئے- اور آج کی تحقیقات کی رو سے تو یہ بول آج بھی کائنات میں موجود ہیں- اے کاش یہ تلاش کر لیں تو کسی اور کا بول چلے نہیں پڑے گا- ہمارے آقا کا ہی بول بالا ہو گا- خدا وہ دن لائے کہ یہ تلاش کر لیں اور ہم ان گناہگار کانوں کے غسلِ صحت اور غسل نجات کے لئے ان میٹھے بولوں کو سُن سکیں-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستی میں اترتے ہیں----- اب مہمان نوازی کی باری آتی ہے-----

حضرت بلال حبشی صلوات اللہ وسلام اللہ علیہ ساری کائنات کے مولوی، پیر، قطب ابدال، اغواث سب کے سب حضرت بلال حبشی جس گدھے پر ایک مرتبہ سوار ہو گئے اس کے سم پر لگی ہوئی مٹی پر قربان- درجہ، رتبہ، عزت، عظمت، نسبت، معیت، معیت زمانی، معیت مکانی، معیت قلبی اور معیت علمی یعنی ہمہ جہت معیتوں کا مرقع ہے نسبت رسول کا لفظ----ایک کدو کیہر شوربہ ہے- حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی پیالہ میں لقمہ لگا رہے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی! لطف آیا نا؟ کریکٹر کیوں نہ بلند ہوتا- کیسے نہ ان کے کردار میں یہ طوفانی قوت پیدا ہوتی-

یہاں مولوی بھی (SAPERATION) طبقاتی تقسیم کے قائل ہو گئے ہیں- ہاں ہاں ہمیں اعتراف کرنا ہو گا- ہم کس گناہ میں مبتلا ہو گئے ہیں- اور کس خباثت کا شکار ہو گئے ہیں- یہ ایسا گھناؤنا جرم ہے کہ ایک سرمایہ دار مولوی غریب مولوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا اپنی اہانت سمجھتا ہے- ایک سرمایہ دار پیر غریب مرید کے ہاں اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کو اپنی ہتک سمجھتا ہے- اس کا معیارِ زندگی بلند ہو گیا ہے- خواہشات ملاحظہ فرمایئے اور

اعمال ملاحظہ فرمایئے:

پاکستان بننے سے پہلے صرف پچاس مولوی تھے یعنی جن لوگوں نے پبلک پلیٹ فارم پر کام کیا ہے۔ پچاس سے زیادہ نہیں تھے۔ اور آج پانچ سو سے زیادہ ہیں۔ میں بھی علماء میں شمار ہوتا ہوں اللہ کی شان، اور جب میں بول لیتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں اجی آپ نے تو کمال کر دیا۔ اجی واہ صاحب سبحان اللہ۔ ایسا مسکہ کرتے ہیں کہ توبہ! آپ کسی آدمی کے کان میں کہہ دیں کہ صاحب آپ تو آفتاب و ماہتاب ہیں۔ جناب تشریف لاتے ہیں تو بزم ہستی میں رونقیں آجاتی ہیں۔ اور تشریف لے جاتے ہیں تو گل مرجھا جاتے ہیں۔ تولازمی ہے کہ وہ آدمی اپنے آپ کو پورے زمانے کا ولی سمجھنے لگ جائے۔ کہ اس کے بغیر سارے زمانے کی طنابیں ٹوٹ جائیں گی۔

صاحب ان باتوں کو چھوڑ دیجئے۔ رحم کیجئے ہمارے حال پر ہم پہلے ہی بہت برباد ہو چکے ہیں۔ ہسٹری اس سے بھری پڑی ہے۔ ہم اپنے آپ پر اور آپ اپنے حال پر رحم کیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منہ پر تعریف کرے اس کے منہ میں خاک ڈال دو۔

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے استغفراللہ! جناب والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہم سے کچھ مطالبہ کرتی ہے۔

یہ تو بول کی باتیں تھیں۔ جو ساری حیاتِ طیبہ پر محیط ہیں عرض کر دیں اب ذرا کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عملِ مبارک سے جو آفتاب و ماہتاب سے زیادہ روشن ہیں جس کی روشنی قیامت تک ہے۔ اور جس آفتاب و ماہتاب کے ضیاء و نور کے ہوتے ہوئے کسی دیئے کے ٹمٹمانے کی ضرورت نہیں ہے کوئی مولوی کوئی مسلک کوئی پارٹی معیار (AUTHENTIC) نہیں ہے۔ اپنے پاس نجات کی کوئی سند نہیں رکھتی۔ نجات کا راستہ ایک ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ کسی بھی مسلک کا آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے وہ نجات پا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ اسے کوئی جنت میں جانے سے نہیں روک سکتا۔

من اتبع

جس نے اتباع کی۔ اتباع میں بنیادی بات اور بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ کا دین بیان کرتے ہوئے اس دین کی حاکمیت قائم کرتے ہوئے:

اوذیت فی اللہ۔

اللہ کے راستہ میں اتنی اذیتیں دی گئی ہیں کہ سابقہ انبیاء کو نہیں دی گئیں۔ نبی دین بیان کرے تو اذیتیں برداشت کرے۔ ہم دین بیان کریں تو ہم بلڈنگیں بناتے ہیں ہم سرمایہ دار ہو جاتے ہیں۔ نبی دین کا کام کرتا ہے تو نبی کے دانت شہید کئے جاتے ہیں۔ نبی کی بیٹی شہید کی جاتی ہے۔ آپ میں سے کسی کو دین کے لئے کبھی تھپڑ پڑا؟ مع سمیت، گالی سنی آپ نے دین کے لئے؟ آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر کسی نے اس کو اچھی طرح بل دیئے؟ آپ کی آنکھیں اُبل کر باہر آئیں؟ آپ کی ٹوپی اتاری گئی؟ آپ کی قبا پکڑ کر کبھی گھسیٹا گیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ سب کچھ ہوا۔ دو میل تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید رضی اللہ عنہ پاپیادہ چلتے رہے اور کفار و مشرکین نے طائف کے لفنگے چھو کرے، جمہوریت زادے پیچھے لگا دیئے گئے۔۔۔۔ اُس وقت بھی ایک

(CIVILIZATION) تھی اور اس سولائزیشن کا تقاضیٰ یہی تھا جو انہوں نے کیا۔ اس دور میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ ایک ڈاڑھی کو ہی لیجئے مسلمان لڑکے بھی ہوٹ کرتے ہیں کفار کی تو بحث ہی چھوڑیئے۔ اور پھر میری ڈاڑھی تو بالخصوص۔ میرے عمل ہوں یا نہ ہوں لیکن اس کے صدقے الحمدللہ میں نے بڑی بے عزتی کرائی ہے۔ لونڈے لونڈیوں نام نہاد مسلمانوں (SO CALLED MUSLIMS) نے بڑی بے عزتی کی۔ میری باقی تمام کوتاہیاں ان شاء اللہ اس کے صدقے معاف ہو جائیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچے کو اللہ تعالیٰ فطرتِ اسلامیہ پر پیدا فرماتے ہیں۔ پھر کیا ہوتا ہے؟

فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه۔

پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں۔ یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔ یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

انقلاب اسلامی کے لئے جب تک ہم نبی کی عملی زندگی کو نہیں اپنائیں گے اسلام کا انقلاب ناممکن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس مکہ مکرمہ میں جس انداز سے کام کیا۔ اللہ اکبر! کسی آدمی میں ہمت نہیں ہے۔

حدیث شریف میں قیامت کے قرب میں دین پر قائم رہنے والے کے بارے میں ایک لفظ آتا ہے کہ

القائم على الدين كالقابض على الجمر

قیامت کے قرب میں دین پر قائم رہنا ایسا ہوگا جیسا کہ ہاتھ میں انگارا پکڑا ہوا ہو۔ جس طرح انگارا مٹھی بند نہیں کرنے دیتا اسی طرح دین پر قائم رہنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ اس دور میں دین بیان کرنا ---- کم و بیش یہی کیفیت تھی، ایک طرف ابوجہل ہے، ابولہب ہے، عتبہ ہے، شیبہ ہے، صفوان ہے۔ یہ "داهية العرب" عرب کی بلائیں اور دوسری طرف اکیلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ---- گویا جمہوریت ایک طرف تھی اور اسلام ایک طرف۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپوزیشن میں بھی ڈیموکریسی تھی۔ کافر ڈیماگاگز اور مسلم ڈیماگاگز وہاں سامنے موجود تھے مگر میرے آقا و مولانا صلی اللہ علیہ وسلم نے یکہ و تنہا تیرہ برس محنت کی۔ ایسی محنت کی کہ ابولہب نے اس محنت سے تنگ آ کر آخری خالصتاً جمہوری سازش کی۔ کہنے لگا بھتیجے جی دیکھیئے ایک بات سنیئے۔ آپ جوان ہیں آپ کو اپنی (OPPOSITE SEX) جنس مخالف کی ضرورت ہے۔ آلِ اسمٰعیل میں سے جتنی بھی گوتیں ہیں ان میں سے کسی ایک کی نشاندہی کیجئے میں مہیا کرتا ہوں۔ آپ کو دولت کی ضرورت ہے وہ پیش کرتا ہوں اور آپ کو اگر اقتدار کی خواہش ہے تو میں آپ کو قبائل کا سردار بنا دیتا ہوں۔

حکومت، دولت، عورت، پلیٹ میں سجی سجائی ورقِ نقرہ لگا ہوا۔ کوئی اس میں گڑبڑ نہیں کوئی اس میں محنت کی ضرورت نہیں ہے اور یہ ڈیموکریسی کے اصولوں میں سے تیسرا اصول ہے بارگیننگ ---- پڑھ لیجئے میں تو ملائے مسجدی ہوں اور اس پر فخر بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس جمہوری پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا۔

ڈیموکریسی کا پہلا اصول سرچشمۂ اقتدار عوام ہیں۔ کس کا دیا ہوا اصول ہے؟ ابراہم لنکن کا۔ اللہ اور اس کے رسول کا دیا ہوا نہیں۔ بلکہ ایک مشرک، بدباطن، خبیث کا دیا ہوا۔ ایک میں تین اور تین میں ایک کی تھیوری۔ اکنون ثلاثہ کا ماننے والا مشرکِ اعظم اخس وارذل! اس کی تھیوری ہے۔ کہ عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام پر۔ اور اس مشرکانہ نظام ریاست و حکومت میں

سرچشمۂ اقتدار اللہ نہیں۔ قوت حاکم اللہ نہیں۔ مقتدر اعلیٰ اللہ نہیں۔ صرف پبلک ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اس نے سچی سچائی حکومت پیش کی، عورت بھی، دولت بھی، جس قبیلے کی لڑکی آتی وہ دست و بازو بنتے، لیکن سرور کائنات، امام انقلاب نے کوئی مفاہمت نہیں کی۔ اللہ اکبر! ہر نبی انقلابی ہوتا ہے۔ کوئی (COMPROMISE) مفاہمت نہیں کرتا۔ کسی ایک نبی نے ایسا کیا ہو تو بتایئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواباً ارشاد فرمایا: "یا میں اللہ کے دین کا آفتاب طلوع کر کے رہوں گا یا میں اس راستے میں مرجاؤں گا"۔

کمپرومائز اسلام میں کہاں ہے؟ سرکار دوعالم شفیع المذنبین فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا جو خط روسائے عرب اور اڑوس پڑوس کی بادشاہتوں کے نام گئے ہیں کیا لکھا ہے ان میں؟ سلامتی چاہتے ہو تو اسلام لے آؤ۔ اور سلامتی چاہتے ہو تو ہمیں سپر پاور کے طور پر مانو۔ ہماری اطاعت قبول کرو۔ جزیہ دو ہمیں۔ اگر سلامتی نہیں چاہتے تو تلوار ہاتھ میں لو اور میدان میں آجاؤ دیکھو پھر دین کی تلوار کیسے چلتی ہے۔ کیا یہ جمہوریت ہے؟ اسے ڈیموکریسی کہتے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ سرمایہ ہے نہ اسلحہ ہے، افرادی قوت نہیں ہے مگر مدینہ طیبہ سے یہی خط جاری ہوتا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اے کاش ہم یہ سمجھیں۔

يا حسرتىٰ علىٰ ما فرطتم فى جنب الله

ہائے افسوس تم نے اللہ کے پہلو میں بیٹھ کر جرم کیا۔

حضرات! معذرت کے ساتھ میری تمام تلخی لب و لہجے کی اور گستاخانہ گفتگو کو معاف فرماتے ہوئے۔ اگر نبی کی سیرت بیان کرنی ہے تو:

الذين يبلغون رسالاة الله ويخشونه ولا يخشون احداً الا الله!

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ میں کیسے مان لوں کہ جس دل میں اللہ کے سوا کسی اور کا خوف ہے وہ موحّد بھی ہے۔ خدانخواستہ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ صرف میں ہی ہوں۔ نہیں میں کچھ نہیں ہوں۔ میرے اکابر جنہوں نے مجھے یہ سبق دیا، یہ شراب طہور میرے اندر انڈیلی، جنہوں نے میری رگوں میں یہ ٹیکہ لگایا ہم نے تو نہیں دیکھا اور پڑھا اور سب سے بہتر سید کائنات کی سیرت طیبہ جس نے انسانیت کی تعمیر کی۔ جس نے غلاموں کو آقاؤں کے گریبان میں ہاتھ ڈالنا سکھایا اور جس نے روشنی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ بخشا یہ سب اُسی کا فیض ہے۔ جس نے عورت کو ظلم کی چکی سے نکال کر گھر کی حاکمہ بنایا اور فرمایا:

"والمراة راعيةعلىٰ بيت زوجها"

کہ عورت اپنے خاوند کے گھر کی حاکمہ ہے۔ باہر لونڈی بچیاں نکلتی ہیں عورت گھر میں رہتی ہے۔

دلیل کے طور پر سنیئے ابوسفیان رضی اللہ عنہ ان کی زوجہ مکرمہ مطہرہ، جب مسلمان ہو گئیں تو مطہرہ ہو گئیں۔ نا!

الاسلام يهدم ماكان قبله

اسلام دورِ خبیثہ کے تمام اعمالِ خبیثہ کو دھوڈالتا ہے۔ شرک سے بڑا بھی کوئی خبیث عمل ہے؟ جب شرک معاف ہو

گیا تو باقی چیزیں تو بہت نیچے کی ہیں۔

سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ ہندہ توبہ کرنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم توبہ کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ان لا تزنی ۔

ہاتھ کھینچ لیتی ہیں کہ یارسول اللہ! کیا آزاد عورتیں زنا بھی کرتی ہیں۔ یہ ایک کافرہ کا سوال ہے۔ کریکٹر کے بارے میں اس کا معیار یہ ہے کہ زنا تو غلام، غلام زادیاں اور لونڈیاں کرتی ہیں۔ باوقار فیملی کی عورتیں تو یہ گندگی نہیں کھاتیں۔

عورت کا مقام، عورت کی حیثیت، حقوقِ نسواں، یہ جتنے بھی حقوقِ نسواں کے عنوان پر آزادی کی جنگ لڑنے والے مریضانِ سیکس ہیں، ناقابلِ شفا ہیں بقول اقبال!

آہ بے چارے کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

جو آزادیٔ نسواں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ خود بدمعاش ہیں اور قباحتوں کے پیکر غلیظ ہیں۔

اللہ کے دین نے تو پہلے ہی مرد کو عورت کا خادم بنا دیا ہے۔ دو حق عورت پر مرد کے ہیں باقی اٹھانوے مرد پر عورت کے ہیں

تمکین نفسها وملازمة بيتها۔

اپنی جان کی ملکیت، عصمت، آبرو، عفت، زندگی کے تمام امور اب اس کے خاوند کے قبضہ میں ہیں۔

وملازمة بيتها۔

اور گھر میں ہمیشگی یعنی خاوند کے گھر میں رہے اور بس! اس کے بعد بچے کو دودھ پلانا، کپڑے دھونا، روٹی پکانا، برتن صاف کرنا، گھر میں جھاڑو دینا، شوہر نامدار کے مہمانوں کی آؤ بھگت کرنا اور ساس کی خدمت کرنا وغیرہ۔

خاوند کے ذمے ہے کہ سودا سلف لائے، نفقہ اور سکنی شوہر کے ذمہ ہے۔ نفقہ کا معنی ہے انفاق، انفاق کا باب دیکھیئے۔ باب افعال مادہ ہے اس کا۔ اس کی جو خصوصیات ہیں ان میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنی جیب خالی کرو اور دوسرے کی بھرو۔ یہ ہے انفاق کا معنی۔

انفقوانفقة وانفقوا عليه۔

یہ شوہر نامدار کی ڈیوٹی ہے اس کی مرضی ہے کہ وہ محبت سے مجبور ہو کر اپنے تئیں غلام بنا لے، مارنا، گالی دینا، پریشر بلڈ اپ کرنا، کون سے اسلام میں جائز ہے؟ ایسا کوئی اسلام نہیں ہے۔ ہاں اس سے (COOPRATION) باہمی تعاون نہیں رہتا۔

ایک واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ آگ جلا رہی ہیں۔ آپ کھڑے ہو گئے اور دیکھ کر تبسم فرمایا۔ قدم بڑھایا اور فرمایا۔

یا عائش۔۔۔

عائشہ میں تجھے آگ جلادوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آگ جلا کے دی۔

کیا آپ میں سے کسی نے آگ جلا کے دی؟ اسلام عورت کو گھر کی حاکمہ قرار دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اجتماعی زندگی میں قدم قدم پر امت کی رہنمائی و دستگیری فرمائی ہے وہاں انفرادی اور گھریلو زندگی میں بھی مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔ شوہر اور بیوی کے باہمی تعاون سے ہی گھر کی حکومت قائم رہ سکتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل ہی ہماری دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ہدایت عطاء فرمائے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حکموں پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور روزِ محشر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے رسوا نہ کرے۔ محض اپنی رحمت اور فضل سے ہماری مغفرت فرمائے۔ (آمین)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر

مصنف: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی۔ مقدمہ: مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

- واقعہ کربلا سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت
- تاریخ میں دجل و تلبیس کے حیرت انگیز واقعات
- اصحابؓ بنو امیہ سے بغض و حسد کے اسباب۔
- تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب

قیمت ٦٠ روپے

راوی پبلشرز، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان۔

بقیہ از صفحہ ۲۳

سہرکٹ رہا ہو مدح صحابہ زباں پہ ہو
مسلم کے یہ شعار ہیں اللہ کی قسم
شاکر عدو کی تیغ کی پروا نہیں ہمیں
ہم ان کے جاں نثار ہیں اللہ کی قسم

(بہ شکریہ ندائے شاہی مراد آباد۔ انڈیا اگست ۱۹۹۲ء)

مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری

حضرات صحابہ رضی اللہ عنھم ساری اُمّت سے کیوں افضل ہیں ؟

مسلم شریف ج ا ص ۸۲ پر ایک حدیث صاحب کتاب نے نقل فرمائی ہے جو سند کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة قال حدثنا ابومعاویة ووکیع ح قال وحدثنا ابوکریب قال حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن زید بن وھب عن حذیفةؓ قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثین قدرائیت احدھما وانتظر الاخر، حدثنا ان الامانة نزلت فی جذر تعلمون الرجال ثم نزل القرآن فعلمو امن القرآن وعلموا من السنة۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ امانت لوگوں کے دلوں میں اتری اسکے بعد قرآن نازل کیا گیا تو لوگوں نے اسے سیکھا اور احادیث کو حاصل کیا۔

اس حدیث میں امانت کے معنی بیان کرنے میں علماء حدیث و تفسیر میں اختلاف ہوا ہے۔ کسی نے اس سے نور قدسی مراد لیا ہے، کسی نے اسکو صورت نوعیہ ایمانیہ سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن حضرت شاہ اسماعیل شہید نے ایک عجیب انداز سے اسکی تقریر کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد برکت اور انتشار برکت ہے۔ اس لفظ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے ہدایت کا ظہور پانچ واسطوں سے ہوتا ہے۔

نمبر۱۔ برکت اور نزول برکت

نمبر۲۔ عزم و ہمت

نمبر۳۔ فیض صحبت

نمبر۴۔ اظہار دعوت

نمبر۵۔ معجزات

نبی سے استفادہ اور نبی کی تحریک کی کامیابی کے لئے ان پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر سب باتیں پائی جائیں لیکن نبی صاحب عزم و ہمت نہ ہو تو وہ اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر فیض صحبت نہ ہو یعنی لوگوں سے میل جول ملاقات نہ ہو تو بھی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح معجزات وغیرہ ہیں۔ انہیں میں سے ایک برکت و انتشار برکت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی کی بعثت کا وقت قریب ہوتا ہے تو آسمان

سے ایسی برکت اتاری جاتی ہے جس سے ہر اس شخص کے دل میں وحدانیت کا نور نمودار ہوتا ہے، جسکے دل کی کھڑکیاں روشنی پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ انبیاء کی مثال سورج کی سی ہے۔ جب اس کے طلوع کا وقت قریب ہوتا ہے تو پہلے ہی سے افق پر روشنی چھا جاتی ہے اور جس جس مکان میں روشندان کھڑکیاں اور روشنی پہنچنے کا راستہ ہوتا ہے وہاں وہ روشنی پہنچتی ہے۔ پہلے یہ روشنی ہلکی رہتی ہے۔ جب سورج پورا طلوع ہو جاتا ہے تو یہ روشنی محض روشنی نہیں۔۔۔ بلکہ حرارت کے ساتھ اس مکان میں داخل ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی حضرات انبیاء ہیں جب انکی تشریف آوری کا وقت قریب آتا ہے تو پہلے ہی سے یہ برکت پھیلنی شروع ہوتی ہے۔ اور ہر اس دل میں پہنچ جاتی ہے جس میں حق کے قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے پھر جب نبی کی معیت ہوتی ہے تو یہ برکت ایمانی حرارت بن کر انکو نبی کا کفش بردار بنا دیتی ہے۔ اس بحث کے سمجھنے کے بعد اب دیکھئیے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ کچھ دنوں تک انکی شریعت پر عمل ہوتا رہا۔ پھر اس میں خرافات نے جگہ لی۔ تحریفات کی گئیں۔ عیسوی دین نے تھری ان ون دین کی شکل اختیار کی اور پورے عالم میں ضلالت و گمراہی کا دور دورہ ہوا۔ مظالم، بے حیائی، بدمعاشی، جہالت اور اوہام باطلہ کے وہ ریکارڈ قائم کئے گئے جو آج تک توڑے نہیں جا سکے۔ زمانہ برق رفتاری سے گزرتا رہا دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں، مہینے سالوں میں اور سال صدیوں میں تبدیل ہوتے رہے۔ تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت کا وقت قریب آتا ہے اور وہی برکت پھیلنی شروع ہوتی ہے جس کو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔

ابن ابی کبشہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نانا) قریش کی بت پرستی کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں۔ ورقہ بن نوفل حق کی تلاش میں پکے نصرانی ہو جاتے ہیں۔ الا کل شیئ ماخلا اللہ باطل کے غلغلے جہالت و گمراہی کے اندھیرے میں جگنو بن کر جگمگانے لگتے ہیں۔ تا آنکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوتی ہے تو جس کے دل میں برکت کی روشنی پہنچ چکی تھی وہاں حرارت ایمانی کے امتزاج سے اسلام موجزن ہوتا ہے۔ اور جس دل میں جتنی زیادہ حق کی کھڑکیاں اور توحید کے دروازے تھے اتنی ہی جلدی وہاں سے وحدانیت کا اعلان ہوتا ہے۔ چنانچہ جب آپ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا تو سب سے پہلے جس نے دعوت اسلام پر بلاچون و چرا لبیک کہا وہ ذات بھی صدیق اکبرؓ کی، وہ ذات تھی بلال حبشی کی، وہ شخصیت تھی علی بن ابی طالبؓ اور خدیجۃ الکبریٰؓ وغیرہ کی، وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ کسی کے دباؤ میں تھے، وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ قوم کے مظالم سے تنگ تھے، وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کے دل دنیا سے اچاٹ ہو چکے تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اس برکت سے وافر حصہ پایا تھا جو آپ کی بعثت مبارکہ سے پہلے دنیا پر پھیل چکی تھی۔ ان کے دل ایسے ہوادار تھے جس میں ایمانی خوشبوؤں سے معطر ہواؤں کا گزر ہوتا تھا۔ پھر جب یہ نبوت کا سورج اپنی حرارت پھیلانے لگا تو جوق در جوق اہل برکت، برکت کے درجہ سے گزر کر فیض صحبت کے مقام پر پہنچنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تعداد ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک پہنچ گئی۔ بالکل اسی طرح جیسے سورج مشرق سے نکل کر مغرب تک تمام عالم کو منور کر دیتا ہے۔ پھر جب برکت نصف النہار کی طرح کامل ہو چکی تو برکت لے کر آنے والے نبی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا۔

تریسٹھ سال دنیا میں شعاع دین پھیلا کر
خدا کا لاڈلا اپنے خدا سے مل گیا جا کر

لیکن یہ برکت جونہی آخرالزماں ﷺ چھوڑ کر گئے تھے یہ تمام سابقہ برکتوں میں سب سے زیادہ کامل اور موثر تھی۔ اس برکت کا اثر آپ کے جاتے ہی ختم نہیں ہو گیا بلکہ یہ باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ اور جب تک اس برکت کا اثر کسی دل میں حسب برابر بھی باقی رہے گا قیامت قائم نہ ہو گی۔ مگر بتدریج اس میں کمی آتی جا رہی ہے اسی وجہ سے آپ نے پہلی صدی (دور صحابہؓ) کو خیر القرون قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس دور کے مسلمانوں نے نور نبوت سے براہ راہ بلا کسی واسطے کے روشنی حاصل کی تھی۔ اور اس کی حرارت سے اپنے دلوں کو گرما لیا تھا۔ بریں بنا تمام علماء اہل سنت کا اجماع ہے کہ اس امت کا بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت معاویہؓ۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت معاویہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جہاد گھوڑے پر بیٹھ کر کیا ہے ان کے گھوڑے کی نتھنوں میں لگا ہوا گرد حضرت عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

اس تفصیل کے بعد ان بد نصیبوں کو سمجھ لینا چاہیئے جو حضرات صحابہؓ پر طعن و تشنیع کا بازار گرم کرتے ہیں۔ اور خاکم بدہن ان کے کفر و ارتداد اور فسق کے قائل ہیں کہ وہ حضرات صحابہ کو گالی نہیں دے رہے ہیں بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر کیچڑ اچھال رہے ہیں۔ اس لئے کہ حضرات صحابہ کی تنقیص اس برکت نبوت کی تاثیر کے انکار کے مرادف ہے جسکو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ اور جس نے اندھیرے قلوب کو روشنی سے بھر دیا تھا۔ اگر نعوذ باللہ حضرات صحابہؓ کی ذات ان الزامات سے آلودہ ہو تو اس برکت کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دین اسلام لے کر آنے والی ذات سے ہم تک تعلیمات اسلامی پہنچنے کا واحد راستہ حضرات صحابہؓ ہیں۔ اگر ان کی ذات کو مخدوش قرار دیا جائے تو پورا دین مخدوش ہو جاتا ہے۔ باطل کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ امت کا صحابہ پر سے اعتماد اٹھا دیا جائے تاکہ انہیں دین میں من مانی کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ حضرات صحابہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں در حقیقت یہ ان لوگوں کی اولاد اور فضالہ ہیں جن کے قلوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت۔۔ نازل شدہ برکت کے قبول کرنے سے محروم رہے۔ جب کہ انہیں معلوم تھا کہ نور نبوت نکل کر تمام عالم کو منور کر رہا ہے۔ اسی کو قرآن نے اس آیت میں بیان کیا ہے۔ الذین یکتمون الحق وھم یعلمون

لہذا مسلمانوں کو ہر اس تحریک سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ جو حضرات صحابہ کو نشانہ بناتی ہے۔ اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ برکت سے محروم یہودیوں اور کافروں کے پیروکار ہیں جو اسلام کو دوست بن کر نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور مومن کی زبان ہر وقت مدح صحابہ سے تر رہنی چاہیئے۔ کیونکہ حضرات صحابہ کی تعریف و توصیف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے۔ اسلئے کہ صحابہؓ کے کمالات کا مرکز ان کے علوم کا منشا اور ان کے کارناموں کا مبداء وہ برکت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ اور جس سے ان خوش نصیبوں نے براہ راست بھرپور استفادہ کیا تھا۔

بقیہ صفحہ ۲۰ پر

حکیم محمود احمد ظفر

ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار - قسط ۲

مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین (جن میں جلیل القدر علماء اور عظیم المرتبت مشائخ تھے) ان الفاظ سے یاد کیا اور ان کی ان الفاظ میں ہجو کی اور خاک اڑائی کہ بار بار تہذیب کی نگاہیں نیچی اور حیاء کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے۔ اپنے ان مخالفین کے لئے:

ذریتہ البغایا"

"رنڈیوں کی اولاد" کا کلمہ تو ان کا گویا تکیہ کلام ہے۔

اپنی کتاب انجام آتھم کے ضمیمہ میں لکھتے ہیں:

"اگر یہ گالی دیتے ہیں تو میں نے ان کے کپڑے اتار لئے ہیں اور ان کو ایسا مردار بنا کر چھوڑ دیا ہے جو پہچانا نہیں جاتا"۔ (ص ۱۵۸)

ایک اور جگہ اپنے مخالفین کو اس طرح یاد کرتے ہیں:

"ہمارے دشمن جنگلوں کے خنزیر ہو گئے ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں"۔ (نجم الہدیٰ ص ۱۵)

اپنے ایک حریف مقابل مولانا احد اللہ لدھیانوی کو بجائے مدلل جواب دینے کے بے نکت گالیاں دیں اور وہ گالیاں بھی عربی نظم میں دیں۔ اپنے زمانہ کے علماء اور شیوخ کو اتنی گالیاں دیں کہ ان کو نقل کرتے ہوئے قلم کو حیاء آتی ہے لیکن مرزا صاحب کو گالیاں دیتے ہوئے حیاء نہ آئی۔ چنانچہ مرزا صاحب کی گالیوں کو حروف تہجی کے حساب سے جمع کر کے "مغلظات مرزا" کے نام سے کتاب تصنیف کی ہے۔

یہاں مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کی تردید مقصود نہیں اور نہ ہی مسئلہ ختم نبوت کو بیان کرنا مقصود ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز نے صرف اس مقصد کے لئے کھڑا کیا اور اس کی سرپرستی بھی کی تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد کو ختم کیا جا سکے۔ کیونکہ یہ جذبۂ جہاد سامراجی اور مشنری منصوبوں کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔

مختصر یہ کہ قادیانیت کے خدوخال اور اس کے ترکیبی عناصر اسلام اور نبوت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے خلاف ایک بغاوت تھی جس کی سرپرستی انگریزی حکومت اپنے خاص مقاصد کے پیش نظر کر رہی تھی۔ لیکن اس وقت حالات ایسے تھے کہ پورا عالم اسلام سامراجیت کے خلاف میدان کارزار بنا ہوا تھا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

اور حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ وغیرہ اکابر علماء نے عملاً جہاد میں حصہ لیا۔ بلکہ کیرانہ کی حیثیت تو اس وقت ایک چھاؤنی کی سی ہو گئی تھی جس کے مجاہدین کا نعرہ یہ تھا "ملک خدا کا اور حکومت مولانا کیرانویؒ کی"۔

سرسید احمد خان:

انگریزوں کا دوسرا آلہ کار سرسید احمد خان تھا جس نے اگرچہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح نبوت کا دعویٰ تو نہیں کیا تھا لیکن انگریزوں کی حمایت میں مرزا غلام احمد سے پیچھے نہ تھا اور دین کے بگاڑنے میں اس سے بھی دو ہاتھ آگے تھا۔ اور اگر تحریک علی گڑھ اور تحریک قادیانیت کا جائزہ لیا جائے تو ان دونوں میں کئی باتیں آپس میں مشترک ہیں۔

سرسید احمد خان جو اس تحریک کے علمبردار تھے ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء مطابق ۱۲۳۲ھ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا جواد الدولہ سید ہادی شاہ عالم کے زمانہ میں صوبہ شاہ جہان کے محتسب اور قاضی لشکر تھے۔ ان کے والد میر متقی ایک آزاد طبیعت آدمی تھے اور دنیا داری کے مشغلوں میں کم دلچسپی لیتے تھے۔ وہ مشہور نقشبندی بزرگ شاہ غلام علی کے مرید تھے اور اپنا بیشتر وقت ان کی صحبت یا تیراکی اور تیر اندازی میں جس کے وہ بڑے ماہر تھے صرف کرتے۔

سرسید کے نانا دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان بہادر مصلح جنگ تھے۔ جو پہلے کمپنی کے مدرسہ کلکتہ میں سپرنٹنڈنٹ تھے اور پھر اکبر شاہ ثانی کے وزیر ہو گئے تھے۔ وہ بھی صوفی منش آدمی تھے لیکن سرسید کی تربیت زیادہ تر ان کی والدہ نے کی جو بڑی دانش مند اور دور اندیش خاتون تھیں۔

سرسید کے ابتدائی اثرات میں سے دو باتیں خاص طور پر نمایاں ہیں۔ ایک ان کی ننھیال کے طور طریقے اور دوسرے ان کا مذہبی ماحول، سرسید پر دوسرا بڑا اثر مذہبی تھا۔ اس وقت دہلی میں ترویج مذہب اور علوم اسلامی کے دو بڑے مرکز تھے ایک شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا مدرسہ دوسرے حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے جانشین شاہ غلام علی کی خانقاہ۔ پہلے میں مسلک ولی اللہی کی پیروی ہوتی تھی اور دوسرے میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی۔ سرسید نے ان دونوں سے کسب فیض کیا۔ ان کی ننھیال کو شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان سے عقیدت تھی اور وہاں اکثر رسوم و امور میں شاہ صاحب کی پیروی ہوتی لیکن سرسید کے والد شاہ غلام علی کے چہیتے مرید تھے لہٰذا سرسید کے تعلقات "خانقاہ" سے بہت گہرے تھے۔ شاہ غلام علی کو اس خاندان سے بڑی محبت تھی۔ اور سرسید اور ان کے بہن بھائی شاہ صاحب کو "دادا حضرت" کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ سرسید کہا کرتے تھے کہ "شاہ صاحب کو ہم سے ایسی محبت تھی جیسی حقیقی دادا کو اپنے پوتوں سے ہوتی ہے" شاہ غلام علی بھی فرمایا کرتے تھے کہ گو خدا تعالیٰ نے مجھے اولاد کے جھگڑوں سے آزاد رکھا ہے لیکن متقی (سرسید کے والد) کی اولاد کی محبت ایسی دے دی ہے کہ اس کے بچوں کی تکلیف یا بیماری مجھ کو بے چین کر دیتی ہے۔ شاہ صاحب ہی نے سرسید کا نام احمد رکھا تھا اور اس کی بسم اللہ کی تقریب بھی شاہ صاحب ہی کے ہاتھوں ہوئی تھی۔

سرسید کی تعلیم پرانے اسلامی اصولوں پر ہوئی۔ پہلے قرآن حکیم پڑھا۔ پھر فارسی کی درسی کتابیں مثلاً کریما، گلستان، بوستان وغیرہ پڑھیں۔ عربی میں شرح ملا جامی، شرح تہذیب، میبذی، مختصر معانی اور مطول کا کچھ حصہ پڑھا۔ ریاضی کا علم اپنے ماموں نواب زین العابدین سے سیکھا اور طب حکیم غلام حیدر خان سے۔ اس کے بعد اپنے طور

پر مختلف کتابیں پڑھتے رہے۔ اور ۱۸۴٦ء سے ۱۸۵۵ء تک جب وہ دہلی کی منصفی پر مامور تھے انہوں نے تحصیلِ علم میں زیادہ ترقی کی۔ اس زمانے میں سرسید نے جن بزرگوں سے فیض حاصل کیا ان میں امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ مخصوص اللہ، شاہ عبدالعزیز کے جانشین شاہ محمد اسحاقؒ اور حضرت مولانا حجتہ الاسلام محمد قاسم نانوتوی کے استاذ اور محسن حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے نام لئے جاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سرسید کی زندگی کے یہ نو سال بہت اہم تھے۔ ایک تو انہوں نے اپنی تعلیم کی تکمیل کرلی دوسرے شاہ جہان آباد کی آخری بہادر کو طفولیت یا عنفوانِ شباب کی نیم وا آنکھوں سے نہیں بلکہ ایک پختہ کار مبصر کی نظر سے دیکھا۔ بہادر شاہ کی حکومت اس وقت اگرچہ قلعہ معلی تک محدود تھی لیکن اس کے دربار میں جو شعراء قصیدے پڑھتے تھے ان میں غالب موجود تھا۔ غالب اور دوسرے اس زمانہ کے باکمال لوگوں کی مجلس میں سرسید کو معیار حاصل تھا۔ سرسید کی علمی اور روحانی تربیت ان باکمال لوگوں کی صحبت میں ہوئی اور انہیں دہلی اور اہلِ دہلی اور اس قوم اور اس کے تمدن سے ایک خاص عشق تھا۔

سرسید کی مذہبی تصنیفات کافی ہیں کیونکہ بقول مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کہ "مذہب ہی کی آغوش میں انہوں نے پرورش پائی تھی اور مذہب کی گود میں ہوش سنبھالا تھا" ۱۸۳۹ء سے لے کر جب انہوں نے رسولِ اکرم ﷺ کے مختصر حالات قلمبند کئے ۱۸۹۸ء تک جب وہ امہات المومنین سلام اللہ علیہن کے متعلق ایک عیسائی مصنف کے اعتراضات کا جواب لکھتے لکھتے وفات پاگئے برابر ساٹھ سال مذہبی مباحث میں ان کی دلچسپی برقرار رہی۔ انہوں نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں حضرت سید احمد شہید بریلویؒ، حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے حالات زندگی بڑی عقیدت اور فرطِ محبت و ادب سے لکھے ہیں۔ وہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس زمانے میں وہابی مسلمان کہا تھا۔ جب سب وہابی باغی سمجھے جاتے تھے (حیات جاوید ص ۱۲۳) سرسید احمد خان اس قدر پکا وہابی تھا کہ اس نے سید نذیر حسین محدثؒ کو بھی نیم چڑھا وہابی بنا دیا حالانکہ اس سے قبل وہ رفع الیدین وغیرہ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ سرسید نے ۱۸۹۵ء میں اپنے ایک خط میں لکھا ہے:

"میں نے وہابیوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک وہابی، دوسرے وہابی کریلا، تیسرے وہابی کریلا اور نیم چڑھا۔ میں اپنے تئیں تیسری قسم میں قرار دیتا ہوں۔ اور بجز حق، حق، حق جو میرے نزدیک ہو۔ ذرہ برابر دریغ نہیں کرتا۔۔۔۔۔ جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کو میں نے ہی نیم چڑھا وہابی بنایا تھا۔ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کو سنت ہدیٰ جانتے تھے۔ میں نے انہیں عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں لوگوں کے خیال سے اس کو نہیں کرتے۔ جناب ممدوح میرے پاس تشریف لائے تھے جب یہ گفتگو ہوئی۔ میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر وہ جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اس وقت سے رفع یدین کرنے لگے گو ان پر لوگوں نے بہت حملے کئے مگر کلمتہ الحق ہمیشہ کلمتہ الحق ہے"۔

سرسید ۱۸۷۰ء میں ولایت سے واپس آئے۔ واپسی پر انہوں نے "کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان" قائم کی۔ اس کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک کالج کھولا جائے۔ انگریزوں کی حکومت کو اس

فیصلے کی اطلاع دی گئی انہوں نے اس چیز کو بہت پسند کیا کیونکہ جیسا کہ بتایا گیا ہے انگریز اسلامی زبانوں کے بجائے اپنی انگریزی زبان کو ہندوستان میں فروغ دینا چاہتے اور اسی طریقے سے وہ اپنی تہذیب اور کلچر کے مہلک جراثیم مسلمانوں کے قلب و نظر میں ٹھونسنا چاہتے تھے۔

انگریز حکومت نے اخلاقی مدد اور امدادی گرانٹ کے وعدے کے علاوہ لارڈ نارتھ بروک وائسرے و گورنر جنرل ہندوستان نے اپنی جیب سے دس ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا۔ سر ولیم میور نے ایک ہزار روپیہ دیا اور دوسرے انگریز افسروں نے بھی مدد کی۔ چنانچہ سر ولیم میور نے ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو اسکول کا باقاعدہ افتتاح کیا۔

سرسید اس زمانے میں بنارس میں تھے چنانچہ اس اسکول کا انتظام مولوی سمیع اللہ خان سیکرٹری علی گڑھ سب کمیٹی کو کرنا پڑا۔ سرسید جولائی ۱۸۷۶ء میں پنشن پا کر علی گڑھ آ مقیم ہوئے اور ۸ جنوری ۱۸۷۷ء کو لارڈ لٹن کے ہاتھوں کالج کا افتتاح ہوا۔

کالج کے قیام میں سرسید کو تمام روشن خیال اور بااثر مسلمانوں کی مدد حاصل تھی۔ لیکن دیندار طبقہ نے اس کی سخت مخالفت کی۔ بعض لوگ اس بارے میں علماء کو دقیانوسی خیالات کا حامل قرار دینے کے لئے یہ بتاتے ہیں کہ علماء نے سرسید کی مخالفت صرف اس وجہ سے کی تھی کہ وہ انگریزی تعلیم رائج کرنا چاہتے تھے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے اور علماء اور اسلام کے ساتھ بہت بڑی زیادتی اور ناانصافی ہے۔ اسلام نے کسی زبان کو سیکھنے سے نہیں روکا۔ چنانچہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہ نے جامعہ ملیہ دہلی کے خطبۂ افتتاحیہ میں فرمایا تھا۔

"آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے بزرگوں نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان سیکھنے اور دوسری قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا"۔

اصل بات یہ ہے کہ علماء نے علی گڑھ کالج کی مخالفت نہیں کی تھی اور نہ ہی انگریزی زبان کی مخالفت کی تھی بلکہ انہوں نے "تحریک علی گڑھ" کی مخالفت کی تھی۔ اور سرسید احمد خان کی مخالفت کی تھی۔ تحریک علی گڑھ ایک داعیہ تھا اور سرسید اس داعیہ کا محرک تھا۔ علی گڑھ کالج کی مخالفت اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ وہاں مغربی علوم پڑھائے جاتے تھے بلکہ اس وجہ سے ہوئی کہ اس کی بنا میں سرسید احمد خان کا ہاتھ تھا اور سرسید اپنی کتب اور تہذیب الاخلاق میں معاشرتی اور دینی مسائل کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کر رہے تھے جو صریحاً اسلام کے خلاف تھے۔ علی گڑھ کالج کے متعلق سخت سے سخت مضامین اور درشت سے درشت فتاویٰ میں یہ نہیں لکھا کہ انگریزی پڑھنا کفر ہے بلکہ یہی درج ہے کہ جس شخص کے عقائد سرسید جیسے ہوں وہ مسلمان نہیں اور ایسا شخص جو مدرسہ قائم کرنا چاہے اس کی اعانت و امداد جائز نہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سرسید کی کتابوں میں کئی ایسی باتیں ہوتی تھیں جن سے مخالف تو کیا موافق بھی بدظن اور مخالف ہو جاتے تھے۔ سرسید نے جب بائیبل کی نامکمل تفسیر لکھی تو نواب محسن الملک کو اس کی عبارت اتنی شاق گزری کہ اس وقت سرسید سے تعارف نہ ہونے کے باوجود انہوں نے اس کے خلاف سرسید کو ایک طویل خط لکھا اور جب تک ان سے نہ ملے انہیں یقین نہ آتا تھا کہ سرسید قبلہ رو ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔

اس تفسیر کے بعد سرسید نے دوسری بے احتیاطی بلکہ بداحتیاطی الفنسٹن کی کتاب "تاریخ ہند" کا ترجمہ

کرتے وقت کی۔ اس کتاب میں جہاں کہیں مصنف نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے وہاں آپ کے متعلق (العیاذ باللہ) "پیغمبر باطل" کا لفظ لکھا ہے۔ سرسید نے بلا کم و کاست یہ لفظ اسی طرح ترجمہ میں لکھ دیا جب کتاب کا یہ حصہ چھپا تو مولوی سمیع اللہ خان اور دوسرے ممبر حضرات نے اس پر اعتراض کیا مولانا حالی نے بھی اس پر اعتراض کیا۔

مخالفت کرنے والے یہ کہتے تھے اور بالکل ٹھیک کہتے تھے کہ ایسے بے ایمان اور پیغمبر علیہ السلام کے مخالف کی کتاب وہ بھی صرف ہندوستان کی تاریخ پر۔ سرسید کو کیا پڑی تھی کہ اس کتاب کا ترجمہ کر کے شائع کرتا۔ اس کتاب میں کون سی خصوصیات تھیں کہ اس کو اس اہتمام سے شائع کیا گیا جس میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اس قدر گستاخی کی گئی تھی۔ اگر کوئی انگریز سرسید کے باپ کو کسی کتاب میں جگہ جگہ گالی دیتا تو کیا سرسید اس کتاب کو ترجمہ کر کے ملک کے کونے کونے میں پھیلاتا۔ وہ ہرگز ایسا نہ کرتا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں پیغمبرِ اسلام کا اتنا بھی احترام نہیں تھا جتنا اپنے باپ کا تھا۔

سرسید نے "تہذیب الاخلاق" جاری کر کے جن خیالات کی نشر و اشاعت کی وہ بھی بالکل غلط تھے اور ان خیالات سے انگریز دوستی اور عیسائیت سے محبت مترشح ہوتی تھی۔ سرسید نے اپنے اس رسالہ میں اسلامی عقائد کے منافی اور ملحدانہ عقائد کا اظہار کیا مثلاً طیور مختنقہ اہلِ کتاب کے کھانے کا جواز رجنّہ کے وجود سے انکار، آسمانوں کے بارے میں عام نقطۂ نظر کی تردید، حدیث تشبہ کی صحت سے انکار، معجزات کا تاویلات کے ذریعہ انکار وغیرہ ایسی باتیں اہلِ علم حضرات کو بہت کھٹکیں۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں اسلام کو تین خطرات درپیش تھے۔ پہلا خطرہ عیسائی مشنریوں کی طرف سے تھا جو اس امید میں ہندوستان کے مختلف شہروں اور قریوں میں دندناتے پھر رہے تھے کہ سیاسی زوال کے ساتھ مسلمانوں کا مذہبی انحطاط بھی شروع ہو جائے گا۔ اور توحید کے پیرو کار تثلیث کے آگے سرنگوں ہو جائیں گے۔

دوسرا خطرہ انگریزوں کے ان خیالات سے تھا جن کو سن کر بقول سرسید "مر جانے کو جی چاہتا ہے" یہ لوگ اسلام کو عقل اور اخلاق کا دشمن اور انسانی ترقی کا مانع سمجھتے تھے۔ ان خیالات کے حامل نہ صرف مشنری تھے بلکہ مغربی یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور وہ انگریز حاکم بھی تھے جنہیں خدا نے ہندوستانی مسلمانوں کی قسمت سونپ رکھی تھی۔ اسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق بد ترین کتاب سر ولیم میور کی ہے جو صوبہ جات متحدہ (یو۔پی) کا حاکم اعلیٰ تھا۔ اور جس نے اپنی کتاب کا خلاصہ دو فقروں میں لکھ دیا ہے کہ "انسانیت کے دو سب سے بڑے دشمن، محمد ﷺ کی تلوار اور محمد ﷺ کا قرآن"۔ (۱)

تیسرا خطرہ مسلمانوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات کا پیدا ہونا تھا۔ یہ شکوک و شبہات مشنری

"محمد ﷺ کی تلوار اور محمد ﷺ کے قرآن" کو انسانیت کا دشمن کہنے والا شخص علی گڑھ کالج کو ایک ہزار روپیہ چندہ دینے والوں میں سے ہے۔ جس کالج کو وہ چندہ دے رہا ہے کیا وہ اس میں محمد ﷺ کا عقیدہ یا اس کی کوئی اور چیز چلنے دے گا؟ اور علی گڑھ کا افتتاح بھی اسی کے ہاتھوں ہوا۔

اور دوسرے عیسائی مصنفوں اور آزاد خیال مفکروں کی کتابوں سے ڈالے جانے کا خطرہ تھا۔

پہلے خطرہ کا ازالہ تو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا آل حسن موہانی، ڈاکٹر وزیر خان، مولوی سید ناصر الدین، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر علمائے اسلام نے کر دیا۔ ان حضرات نے مشنریوں سے مناظرے کئے۔ ان کے مقابلہ میں کتابیں لکھیں، رسائل تقسیم کئے اور ہر طریقہ سے مشنریوں کی ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے ان کے عزائم کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

دوسرے اور تیسرے خطرے کا ازالہ بھی علماء اسلام نے اپنے دلائل اور اپنی کتابوں کے ذریعہ فرمایا لیکن سرسید کا خیال ہے کہ یہ کام میں نے کیا ہے یا سرسید نے اس کام کو کرنے کی کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ سرسید کی مذہبی تصنیفات کا مقصد مشنریوں کے مقابلے سے زیادہ ان اعتراضات کی تردید تھا جو ولیم میور (WILLIAM MUIR) اور دوسرے مغربی مصنفین اور خود مشنری اسلام پر کیا کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے سرسید نے اسلام کی ایسی ترجمانی کی جس پر عقل، سمجھ اور جدید فلسفے کی رو سے کوئی اعتراض نہ ہو سکے۔ لیکن سرسید کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرسید نے عیسائی مصنفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسلام کی ترجمانی نہیں کی۔ بلکہ اس اسلام کی ترجمانی کی ہے جو انگریز چاہتے ہیں یا جو اسلام سرسید کا ہے۔ اور جدید علم الکلام کے نام سے سرسید نے ہر غیر اصلاحی چیز اسلام میں ٹھونسنے کی کوشش کی۔ گویا کہ یہ ایک سازش تھی جو سرسید کے ذریعہ انگریزوں نے اسلام کے خلاف کی۔ مراج، شق صدر، ملائکہ، اجنہ، حساب و کتاب، میزان اور جنت و دوزخ غرض کہ ہر ضروریاتِ دین کا یا تو انکار کیا گیا یا پھر تاویل کی گئی۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سرسید کے جو عقائد تھے وہ مرزا غلام احمد نے اختیار کر لئے۔ مسٹر محمد علی، امیرِ جماعت احمدیہ لاہور (مرزائیوں کے لاہوری گروپ کا امیر) کی تفسیر "بیان القرآن" بیشتر سرسید ہی کی ترجمانی ہے۔ غرض کہ علمائے اسلام نے نہ تو سرسید کے خیالات سے اتفاق کیا نہ ہی سرسید کی تفسیر سے۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ انگریزوں نے تلاش بسیار کے بعد اس شخص کو منتخب کیا تھا لہٰذا اس سے ہر وہ کام کروایا اور اس کے منہ سے ہر وہ بات کہلوائی جو وہ اسلام کے بارے میں کہلوانا چاہتے تھے۔

چنانچہ سرسید کی زندگی ہی میں ان کے بعض عقائد کے خلاف مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سرپرست مدرسہ دارالعلوم دیوبند نے رسائل لکھے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لوگوں کو ان کے ساتھ مل کر کام کرنے سے منع کیا۔ ان پرانے علماء نے ہی سرسید کی مخالفت نہ کی بلکہ جن کو تجدد پسندی کا دعویٰ تھا یا جن کو تجدد پسند سمجھا جاتا ہے انہوں نے بھی سرسید کے عقائد اور اس کی تفسیر قرآن بلکہ تحریف قرآن کی شدت سے مخالفت کی۔ ان میں مولانا شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا ابوالکلام آزاد پیش پیش ہیں۔ سید اکبر حسین الہ آبادی نے بھی سرسید کے نظریات پر خاصی تنقید کی اور سرسید کے خلاف بہت سی نظمیں بھی لکھیں۔

سید سے آج حضرت واعظ نے یہ کہا چرچا ہے جابجا ترے حالِ تباہ کا
سمجھا ہے تو نے نیچر و تدبیر کو خدا دل میں ذرا اثر نہ رہا لا الہ کا
ہے تجھ سے ترک صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج کچھ ڈر نہیں جناب رسالت پناہ کا

حصہ نعت

موزوں کلام میں جو ثنائے نبی ہوئی — تو ابتدا سے طبع رواں منتشی ہوئی
ہر بیت میں جو وصفِ پیمبر رقم کئے — کاشانۂ سخن میں بڑھی روشنی ہوئی
ظلمت رہی نہ پر تو حسنِ رسول سے — بیکار اے فلک شبِ مہتاب بھی ہوئی
ساقیٔ سلسبیل کے اوصاف جب پڑھے — محفل تمام مستِ مئے بے خودی ہوئی
دل کھول کر رسول سے میں نے کئے سوال — ہرگز طلب میں عار نہ پیشِ سخی ہوئی
تاریک شب میں آپ نے رکھا جہاں قدم — مہتابِ نقشِ پا سے وہاں روشنی ہوئی
ہے شاہِ دیں سے کوثر و تسنیم کا کلام — یہ آبرو تمام ہے حضرت کی دی ہوئی
سالک ہے جو کہ جادۂ عشقِ رسول کا — جنت کی راہ اس کے لئے ہے کھلی ہوئی

آزاد اور فکر جگہ پائے گی کہاں
اُلفت ہے دل میں شاہ زمن کی بھری ہوئی

(ابوالکلام آزاد، ۱۹۵۸ء)

وہ پیش لفظ کتاب وجود و امکان ہے
فسانۂ دوسرا میں وہ زیبِ عنواں ہے
اسی کے نطق کو حاصل ہے رتبۂ الہام
اسی کی ذات پہ دارومدار ایماں ہے
وہ اس کا نام، کہ ہے ضامن سکونِ نظر
وہ اس کا ذکر، کہ سرمایۂ دل وجاں ہے

یہ کم ہے عظمت بشری کہ دیدۂ افلاک
اسی کے حُسنِ تبسم کی سمت نگراں ہے
محمد عربی، آبروئے کون و مکاں
اسی کے نور سے روشن جہانِ نگراں ہے
حیاتِ دائمی و سرمدی پیام اس کا
سعادت ابدی اس کے زیر فرماں ہے

وہ بوریائے فقیری پر بیٹھنے والا
بایں شکوہ کہ روح الامیں درباں ہے
جلال اس کا محیط ازل ہے تا بابد
جمال اس کا ورائے حدود عرفاں ہے
سکھائی جنبشِ لب کو ادائے حق گوئی
یہ اس کا خاص کرم ہے یہ اس کا احساں ہے
مکاشفاتِ خرد اس کے راستے کا غبار
فروغ نورِ تجلی اُسی کا فیضاں ہے
کلیدِ فتح و نویدِ ظفر دُعا اس کی
غموں کی دھوپ میں وہ سایۂ گلستاں ہے
جو سوچیے تو وہ لوح و قلم کا مالک ہے
جو دیکھیے تو بظاہر وہ ایک انساں ہے
قلم کو تاب کہاں اس کی منقبت لکھے
زبان شعر ہے واماندہ عقل حیراں ہے
ظفر بہ فیض ثناء خوانئ شہ بطحیٰ
دل و دماغ کا ہر گوشہ برق ساماں ہے

حکیم محمود احمد ظفر

اس قدر کون محبت کا صلہ دیتا ہے؟
اس کا بندہ ہوں جو بندے کو خدا دیتا ہے
جب اترتی ہے مری روح میں عظمت اسکی
مجھ کو مسجود ملائک کا بنادیتا ہے
رہنمائی کے یہ تیور ہیں کہ مجھ میں بس کر
وہ مجھے میرے ہی جوہر کا پتا دیتا ہے
اس کے ارشاد سے مجھ پر مرے اسرار کھلے
کہ وہ ہر لفظ میں آئینہ دکھادیتا ہے
اس کی رحمت کی بھلا آخری حد کیا ہوگی؟
دوست کی طرح جو دشمن کو دعا دیتا ہے

وہی نمٹے گا مری فکر کے سناٹوں سے
بت کدوں کو جو اذانوں سے بسا دیتا ہے
قصر و ایواں سے گذر جاتا ہے چپ چاپ ندیم
در محمد کا جب آئے تو صدا دیتا ہے
احمد ندیم قاسمی

ذہن بیدار نہ تھے ان کی نظر ہونے تک
کتنی صدیوں کا اندھیرا تھا سحر ہونے تک
آگہی کب سے تھی زندانِ جہالت میں اسیر
زیست دیوار ہی دیوار تھی در ہونے تک
ان سے گر ربط نہ ہوتا تو گلِ ہستی کو،
کن عذابوں سے گذرنا تھا بشر ہونے تک
جو افق بھی ہے ہماری حد پرواز میں ہے
ہم ہیں محدود قفس، جنبش پر ہونے تک
آدمیت ہے ترے سائے میں مائل بہ عروج
قطرہ آغوش صدف میں ہے گہر ہونے تک
دل گرفتہ ہے کلی اسکو تبسم سے نواز
جاں کا اندیشہ بہت ہے گل تر ہونے تک
رونق افروز وہ کب ہونگے دل ویراں میں؟
کتنے دن چاہئیں اس دشت کو گھر ہونے تک
کیا لطافت ہے کہ طیبہ میں ہزاروں جلوے
جزوِ دل ہوگئے آنکھوں کو خبر ہونے تک!
فرصت دید ہو اور گنبد خضرا عاصی
دیکھتا ہی رہوں معراج نظر ہونے تک
محترم عاصی کرنالی

ابر، خورشید، قمر، روشنی، پھول، صدا
سب تھے موجود مگر ان کا مفہوم نہ تھا
کوئی بھی چیز کوئی چیز نہ تھی
سر مخفی تھا خدا کوئی تخلیق نہ تھی
حرف اقرار نہ تھا مہر توثیق نہ تھی
سنگ اور گوہر نایاب میں تفریق نہ تھی
آپ نے سرد عناصر کو حرارت بخشی
آپ نے صل علیٰ
ابر، خورشید، قمر، روشنی، پھول، صدا
سب کو مفہوم دیا!
حاجت کون و مکاں مقصد نوع بشر
مجھ پہ بھی ایک نظر؟
مجھ کو بھی دیجئے کبھی میرے ہونے کا پتا!
یا نبی صل علیٰ یا نبی صل علیٰ

امجد اسلام امجد

○

نہ اس جہاں میں نہ اس عالم مثال میں ہے
وہ روشنی جو ترے قریۂ جمال میں ہے
یہاں تو بُعد میں بھی لذتیں ہیں قربت کی
یہاں تو ہجر بھی کیفیت وصال میں ہے
ہزار صدیوں پہ پھیلا ہے، لمحۂ معراج
زمانہ بھٹکا ہوا روز و ماہ و سال میں ہے
اُسی پہ خُلقِ جہاں کی اساس رکھی گئی
وہ حسن جو تری سیرت کے خد و خال میں ہے
یہ در ہے محسن انسانیت کا در انور
یہاں جواب کی آسودگی سوال میں ہے

انور جمال

حصۂ نظم

سید عطاء المحسن بخاری

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

وہ سادہ سا، دلیر سا
وہ ایک شخص ۔۔ شیر سا
کہاں گیا؟
زمین کھا گئی اُسے
کہ یاسے نگل گئے
وہ میرا دل اُجاڑ کر
کہاں گیا؟
محبتوں کی تیز لو جلا گیا
لطافتوں کی زمرد بہا گیا
کثافتوں کو چیرتا، دلوں کو نور دے گیا
وہ شعور دے گیا
جو آج بھی جہانِ نو میں
فاصلوں، مسافتوں، جہالتوں کے باوجود
سعی و جُہد کے سفر میں
قافلوں کی رہ گزر میں
اک منار نور ہے

مولانا ظفر علی خان مرحوم

بخاری اور انگریز

یہ کہتے تھے کہ کل جافری[1] سے سکندر[2]
کہ ایچ، ڈبلیو، آر کے سب پسنجر
بدل مانتے ہیں آپ کو گورنر
تو پھر خوف کیا ہے تمہیں بندہ پرور
ظفر[3] اور بخاری[4] کی ہستی ہی کیا ہے
کہ پبلک کے ہاتھوں میں اب فیصلہ ہے
کہا آپ کہتے ہیں جو کچھ بجا ہے
پہ میرا بھی کچھ دن سے یہ تجربہ ہے
کہ پبلک یہاں کی بہت بے وفا ہے
یہ جو کچھ بھی کہتے ہیں ہم سے ریا ہے
بخاری کی تقریر سن کر کہیں گے
یہاں یا تو انگریز یا ہم رہیں گے

۱- جافری ڈیمانٹ مورنسی گورنر پنجاب
۲- سکندر حیات خان
۳- مولانا ظفر علی خان مرحوم
۴- حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ

جانباز مرزا مرحوم۔

تم سبھی کچھ ہو مگر واقفِ احرار نہیں

ہم پہ الزام نہ دو ہم گناہگار نہیں
شعبدہ باز نہیں، وقت کے غدار نہیں
اپنی دانست میں تم وقت کا عنواں ٹھہرے
باوجود اس کے بھی تم صاحبِ کردار نہیں
ہم نے خونِ دیگر بہاروں کو جلا بخشی ہے
ہم تمہاری طرح اس راہ کی دیوار نہیں
کتنی بے کیف سے گزری ہے تن آساں کی حیات
ذکرِ زنداں نہیں فکرِ رسن و دار نہیں
ہم پہ تاریخ کو تاحشر بھروسہ ہوگا
ہم تمہاری طرح اک وقت کے شاہکار نہیں
ہم نے ہر روز کلیسا میں اذانیں دی ہیں
تم قسم کھاؤ تم باطل کے وفادار نہیں؟
جس برے وقت کے عنواں پہ نازاں ہو تم
اس برے وقت کے ہم شاہد تو ہیں معمار نہیں
تم نے ہر گام پہ ملت سے غداری کی ہے
ہم کسی موڑ پہ ملت سے شرمسار نہیں
ہم نے افواجِ فرنگی سے بغاوت کی ہے
ہم تو باغی ہیں فرنگی کے رضاکار نہیں
تم بہادر بھی ہو مخلص بھی ہو جانباز بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو مگر واقفِ احرار نہیں

مرسلہ حافظ ارشاد احمد دیوبندی

فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

کیا کہوں لطفِ مئے اہل قلم مَست و بے خود ہیں نئے اہل قلم
اے قلم اٹھ از پئے اہل قلم اک نظر سے دَب گئے اہلِ قلم
رعب طاری ہے جو حسنِ یار کا

جو بھی ہے اشراف وہ محروم ہے جو بھی دانشمند ہے معدوم ہے
ہر طرف جو حال ہے معلوم ہے غنڈہ گردی کی نرالی دھوم ہے
دور یہ کب حق کے ہے اظہار کا

فی زمانہ ہر ستمگر شاد شاد فی زمانہ ہر طرف فتنہ فساد
پاسِ عزت ہے نہ پاسِ اعتقاد دوستوں کی دشمنی آتی ہے یاد
کِس زباں سے شکوہ ہو اغیار کا

گمراہوں کو راہ پہ لانا چاہیے یوں کسی کا دل لُبھانا چاہیے
کچھ تو حُسنِ فن دکھانا چاہیے اک نہ اک دِلبر بنانا چاہیے
رنگ ہے نِکھرا جمالِ یار کا

صفحۂ ہستی سے ہوتا ہے عیاں ہے ترقی کا یہی رازِ نہاں
آئے دن ہے کیا تعارف کا بیاں زینتِ خواہش ہے تصویرِ بتاں
نرخ بالا ہو نہ کیوں اخبار کا

دل غلط ہے سر غلط ہے یا غلط رہ غلط رہ رو غلط ایما غلط
جا غلط، محفل غلط شرکاء غلط ابتدا تا انتہا املا غلط
ریزہ چینِ مغربی دربار کا

آ گیا مسلم پہ ہے ایسا زوال جِسکو دیکھو ہے وہی آشفتہ حال
اب وہ صابر ہیں کہاں اہلِ کمال اس خلا کا نام ہے قحط الرجال
کوئی دانشور نہیں کِردار کا

(محترم عبدالکریم صابر (ڈیرہ اسماعیل خان)

ہم لیڈر ہیں

ہم بکتے ہیں ، بازاروں میں گو ریٹ ہمارا فکس نہیں
ہم جھوٹ کا بہتے دریا ہیں سچائی کا قطرہ مکس نہیں
ہم لیڈر ہیں ہم لیڈر ہیں
کام ہمارا جلسے کرنا ! جلسوں میں تقریریں کرنا
تقریروں میں زہر اُگلنا ۔ زہر کو سب کے دل میں بھرنا
ہم لیڈر ہیں ہم لیڈر ہیں
ہم قوم سے چندہ کرتے ہیں اوروں کی جیب کترتے ہیں
پھر اپنی جیبیں بھرتے ہیں یوں قوم کی خدمت کرتے ہیں
ہم لیڈر ہیں ہم لیڈر ہیں
ہم پبلک کو اُکساتے ہیں غیرت بھی انکو دلاتے ہیں
روتے ہیں اور رُلاتے ہیں ہنگامے روز کراتے ہیں
ہم لیڈر ہیں ہم لیڈر ہیں
ہم گالی سنتے رہتے ہیں کرسی سے چپکے رہتے ہیں
جب قوم پہ ڈنڈے پڑتے ہیں ہم اپنی راہ پکڑتے ہیں
ہم لیڈر ہیں ہم لیڈر ہیں
تخریب ہمارا مقصد ہے تعمیر کی باتیں کرتے ہیں
آزادی کی تحریکوں میں ! زنجیر کی گھاتیں کرتے ہیں
ہم لیڈر ہیں ہم لیڈر ہیں
لیڈر کی باتوں پر یارو ! کیوں اپنا مغز کھپاتے ہو
ہنسنے کو تو ہم بھی ہنستے ہیں پر اتنی بات کو یاد رکھو
ہم لیڈر ہیں ہم لیڈر ہیں

مجید لاھوری مرحوم

میرا دیس

میرا دیس گلاباں ورگا
بالکل میرے خواباں ورگا
امرت جل ایس دھرتی دا
چنچل شوخ حجاباں ورگا
دیس دے دریاواں دا پانی
جنت دیاں شراباں ورگا
"رحماء بینہم" سی
روشن درس کتاباں ورگا
"اشداء علی الکفار" اسیں آں
عزم نئیں حباباں ورگا
جنہاں دے گل طوق غلامی
ٹوہر نہ بنے نواباں ورگا
آزادی دا پالن کر دے
جگرا اے بے تاباں ورگا
وڈ دیئے جو نفرت بیجے
ٹکوا سے قصاباں ورگا
پیار پروہنا ڈھکدا اے
بوہے حسن جناباں ورگا
جنہاں نوں اے وطن عزیز
مکھڑا اوہ مہتاباں ورگا

عزیز سندھو

قمرالحسنین

زاویہ نگاہ

اخبار کی ایک خبر

مذہب کا نام استعمال کیا جا رہا ہے اسلام کو ملاؤں کے چنگل سے نکالنا چاہتی ہوں۔
اسلام کے نام پر ملاؤں نے اجارہ داریاں بنا رکھیں ہیں۔ بے نظیر (روزنامہ پاکستان ۱۶ اگست ۱۹۹۳ء)

بے نظیر کو یہ لب و لہجہ ورثے میں ملا ہے اور یہ بے نظیر کی مجبوری ہے۔ کوئی بھی اپنی وراثت نہیں چھوڑتا. بے نظیر کیوں چھوڑیں، ان کے شرابی پاپا بھی دین والوں کیلئے یہی لب و لہجہ اپناتے تھے۔ مفتی محمود مرحوم اور شاہ احمد نورانی صاحب کے ساتھ جب بھی بھٹو صاحب کی نوک جھونک ہوئی تو شراب کے رسیا بھٹو صاحب نے یہی لہجہ اختیار کیا۔ اس پر بس نہیں جیالوں نے مفتی صاحب اور دیگر اپوزیشن لیڈروں کیساتھ وہ بد ترین سلوک کیا جس کے اظہار و بیان کیلئے قلم و قرطاس عاجز بلکہ اس کے تصور سے ہی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے

میاں طفیل محمد صاحب جیسے باحوصلہ بزرگ بھی جس کے بیان کے دوران پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئے تھے کہ ملک قاسم صاحب جو اب جیالوں میں شامل ہیں چیخ چیخ کر اسکی دہائی دیا کرتے تھے تب نفرین کہتے تھے اب آفرین۔ ذوق و شوق کی تبدیلی، صرف تعلیل موسم، اور آب و ہوا کی تبدیلی اب ایک اسی چیز ہو کر رہ گئی ہے۔

بے نظیر یہ بتائیں کہ مولوی سے ان کو کیا تکلیف ہے؟

مولوی ملک میں ایک فیصد بھی نہیں
مولوی سیاسی اپوزیشن یا حریف بزلہ بھی نہیں
مولوی بر سر اقتدار بھی نہیں
مولوی بے نظیر کا مد مقابل بھی نہیں
مولوی جاگیردار بھی نہیں
مولوی سرمایہ دار بھی نہیں
مولوی صحافی نہیں، ادیب نہیں، شاعر نہیں ریڈیو ٹیلیویژن پر قابض نہیں

مولوی تو مسجد و مدرسہ اور خانقاہ میں پایا جاتا ہے یا وعظ و تقریر کی مجالس میں

اور ان مقدس مقامات سے بے نظیر مع جیالوں کے یوں دامن بچا کر گزرتی ہیں جیسے شیخ میکدہ سے مجالس میں پھر یہ ہے کہ مولوی کا تو اوڑھنا بچھونا قال اللہ و قال الرسول ﷺ ہے۔ اور بے نظیر کی اس سے کوئی راہ و رسم ہی نہیں۔ وہ تو

آکسفورڈ کے ہر طرح سے آزاد ماحول کی سند یافتہ ہیں اور مولوی کے ماحول سے کسی طرح لگا نہیں کھاتیں۔ یہی نہیں بلکہ بے نظیر تو سرے سے دینی ماحول سے اسی طرح نا آشنا ہیں جس طرح ڈیانا۔ یہ الگ بات کہ ڈیانا کو دین سے آشنا کرنے کیلئے یا اپنی آشنائی کیلئے ایک مولوی نما سرکاری ملازم نے اسے بھی قران کا ہدیہ و تحفہ دیدیا ایسے ہی کسی مسخرے نے بے نظیر کیساتھ دھوکہ کیا ہو یا زیادتی کی ہو تو ہمیں معلوم نہیں نہ ہی بے نظیر نے کبھی اسکا اظہار و اقرار کیا جس سے شک یقین میں بدل جائے۔ مگر ان کڑوے کسیلے بیانات سے تو شک بہرحال قائم رہیگا بلکہ مضبوط ہوتا جائیگا۔ جو بے نظیر زرداری کیلئے بہت نقصان دہ ہے اور یوں مولوی کی مخالفت بھی سمجھ میں آتی ہے!

وگرنہ اس کے علاوہ مولوی، ملا کی مخالفت کا کوئی اور سبب سامنے نہیں آتا۔ بے نظیر صاحبہ کو علماء حق کے وارثوں سے سیاسی و دینی مزاحمت کا خطرہ لاحق ہو سکتا تھا مگر ان "زبدۃ العماء" کے مقدس ماحول میں تو ان کے لئے ماحول پہلے سے ہی روح افزا ہے۔

حمیت نام تھا جس کا،--------

ملتان میں خانہ خدا کے عقب میں انہیں شہد خالص کی بوتل تحفہ میں ملی، لاہور کے دارالھدیٰ کی چاردیواری میں اُن کیلئے دیدہ دل فرش راہ کئے گئے اور اکوڑہ خٹک کے دائرہ دین پناہ سے سالگرہ کیک کا نذرانہ وصول ہوا۔

أهم إعلان

ضیغم احرار، ابن امیرِ شریعت سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ نے جامع مسجد معاویہ، فاروق اعظم سٹریٹ، عثمان آباد کالونی ملتان میں مستقل خطبۂ وخطاب جمعہ کا آغاز کر دیا ہے۔

احباب نوٹ فرمالیں۔ (اِدارہ)

شمس الاسلام بہاری — نگ بیتی

تجربات کی بھٹی

زندگی کیا ہے تلخیوں، ناکامیوں، تجربوں اور مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔

سو بار تجربات کی بھٹی میں میں جلا

اور اس تجربوں کی بھٹی میں جلتے جلتے آدمی موت کی اتھاہ گہرائی میں اتر جاتا ہے پھر اس گہرائی سے کبھی کوئی ابھر کے نہیں آیا جس نے بتایا ہو کہ تجربوں کی بھٹی اور موت کی وادی میں اترنے کے بعد اس پر کیا بیتی۔

بیتے دنوں اور گزرے سموں کی بات ہے کہ ۴۲ میں منٹو پارک انسانوں کے عظیم انبوہ سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے محمد علی جینا صاحب اپنے سیکولر رفقاء سمیت براجمان ہیں۔ اسٹیج دلہن کی طرح سجا ہوا ہے۔ نعروں کے شور سے لاہور ہل رہا ہے۔ شوق اور وارفتگی کے عالم میں لوگ محمد علی جینا کے چہرے کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں کہ آج اسلامیان ہند کی قسمت کا فیصلہ ہونا ہے۔ عوام کو یہ بتایا گیا کہ "ہم مسلم لیگ والے ہی اسلام لائیں گے۔ مولوی "شو بوائے" ہے وہ اسلام نہیں لا سکتا۔ ہم پاکستان کو مسلمانوں کے سو سالہ خوابوں کی تعبیر بنا دیں گے۔ ہمارا دستور و منشور قرآن حکیم ہو گا۔ یہاں اب ہندو مہاجن، پنڈت یا برہمن نہیں بلکہ ہم ہوں گے مسلم لیگ ہو گی اور اسلام ہو گا۔ یہ جو ہمارا دو قومی نظریہ ہے ہم اس مقدس نظریہ پر مر مٹیں گے۔ فیروز خان نون، راجہ غضنفر علی اور سر ظفر اللہ محمد علی جینا کی گود میں بیٹھکر یہ دیا کھیاں دیتے رہے۔ قوم متحد ہو کر بت بنی بیٹھی سیکولر اوتاروں کی بات سنتی رہی اور ایمان لے آئی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بن گیا۔ حکومتیں بدلتی رہیں اور وفاداریاں تبدیل ہوتی رہیں۔

دو قومی نظریہ برہم پتر میں غرق ہو گیا مشرقی پاکستان ہاتھ سے جاتا رہا، وہ بنگلہ دیش بن گیا۔ ادھر تم ادھر ہم کا فلسفۂ تقسیم عروج پر پہنچا، زمانے نے کروٹ لی اور نئے پاکستان کا نقشہ عالم میں ابھرا۔ قائد اعظم کا پاکستان نہیں فر یشیا قائد عوام کا پاکستان۔

سو بار تجربات کی بھٹی میں میں جلا

قائد اعظم کے پاکستان میں اسلام نہ آیا۔ خلافت راشدہ کی جھلک دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ عدل نہ آیا، مساوات قائم نہ ہوئی، حریت پابند سلاسل رہی اور بندۂ مزدور کے اوقات تلخ تر ہو گئے۔

"عبد القادر کی برچھیاں" اور اختر حسین کے "تر نوالے" نئے جاگیر دار مسلط کر دیئے گئے۔ نئے اور پرانے جاگیرداروں نے ملکر

دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے اے دوست
زرداروں کا زر لوٹا اور ننگ غریباں لوٹ لیا
سو بار تجربات کی بھٹی میں میں جلا

قائد عوام کے پاکستان میں ایک اور تجربے کی بنیاد ڈالی گئی۔ اسلام ہمارا دین ہے
سوشلزم ہماری معیشت ہے جمہوریت ہماری سیاست ہے

۱۹۵۸ء میں ایوب مارشل لاء نے بھٹو دریافت کیا "ایوب ڈیڈی" نے بھٹو جیسے بیٹے کو پالا پوسا، جوان کیا ۱۹۶۸ء میں تاشقند کا میلہ دیکھتے ہوئے بیٹا ڈیڈی سے بچھڑ گیا۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر نوٹوں سے بھرا ہوا کوٹ پھینکا اور لاہوریوں کے دل لوٹ لیئے۔ اقتدار کے سنگھاسن پر براجے تو سیکولرازم کی دھوم مچ گئی۔ کارخانے دار چلائے، کارخانوں پر تلخ اوقات والے مزدور نے قبضہ کر لیا۔ جاگیرداروں نے منہ چھپائے، چالیس چلیس ہتھکنڈے آزمائے۔ اور بھٹو کے سوشلزم میں شریک ہو گئے قافلہ بڑھتا گیا دن گزرتے گئے تاریکی بڑھتی گئی رات لمبی ہو گئی جیالوں نے پیپلز ہاؤس کو "چھجو کا چوبارہ" بنا دیا۔ عورت گھر کی نہ رہی اسلام ہمارا دین ہے کہتی ہوئی شمع محفل بن گئی۔ بصد سامان رسوائی سر بازار رقص کرنے لگی طبلے کی تھاپ پر "ہے جمالو" الاپنے لگی۔ عورت کی آزادی کا نعرہ ہر زبان پر رقص کرنے لگا، برقع اُتر گیا، بال کٹے، سینہ ننگا ہو گیا، میک اپ نگمنا ہو گیا۔ ایک عورت نے مرد کو تگنی کا ناچ نچوا دیا اور عورت آزاد ہو گئی، پھر عورت مخلوط محافل (MIX GATHERING) میں کولہے مٹکانے لگی، کبھی کبھی ساغر و مینا سے محفل سجانے لگی اور یوں محبوب منانے لگی۔ آزادی نسواں کا یہودی و عیسائی نظریہ فاتحانہ انداز میں گانے لگا۔

زلفوں کی گھنیری چھاؤں میں
دو چار گھڑی آرام سہی

آواز بہت سریلی اور مدھر تھی، سو گئے یا سلا دیئے گئے۔ دوسرا مارشل لاء آیا مگر پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ پھر بھی نہ آیا۔ اسلام کا پروپیگنڈہ ضرور ہوا اور مارشل لائیوں نے اسلام کیلئے مارشل لاء استعمال نہ کیا۔ مسلم لیگ اور قائداعظم کے نام بحال کرنے اور ان کے مردہ جسم میں جان ڈالنے کیلئے لاکھوں ڈالر خرچ کئے گئے "کلّے و نے" مضبوط کئے گئے بلکہ ٹھونک دیئے گئے لیکن شب وعدہ نہ آنا تھا نہ آنے۔ اسلام "انجمن قدیمی یتیم خانے" کی چھت پر کھڑا نہیں بھی اسی طرح پکارتا اور روتا رہا جس طرح ان کے بڑوں کو!

سو بار تجربات کی بھٹی میں میں جلا
محبوب کی رضا کی نہ گھرائیاں ملیں

بزم اسلام نہ سجی، علماء کی توہین بڑھی قرآن کریم کے مطالب علماء کی جگہ فُسقاء بیان کرنے لگے، دین کی تعبیر کیلئے یہودیوں اور عیسائیوں کا تیار کردہ محدب شیشہ ہر ہاتھ میں تھما دیا گیا، علماء نے راہ فرار اختیار کی، یہودی و عیسائی راہبوں کا بھیس بدل لیا، احبار کا روپ دھار لیا اور مال و مناں کی دلدل دھنس میں گئے "گڈ لائف" کی لذتوں سے آشنا ہو گئے اور اس عاشقی میں میر عزت سادات بھی گئی۔------- یا حسرتی!

میں لٹ گئی رام دہائی۔ رادھا نے مالاجپنی شروع کی تو شام نے آسرا دیا اور الیکشن الیکشن الیکشن کی چُنریا اوڑھے اس گیت سنگیت نے وہ سماں باندھا کہ "مہا بھارتُو" بھی لاجونتی کی لاج رکھنے پہ تل گیا اور کہا پتری آگے بڑھو ہم تمہارے ساتھ ہیں اس کم بخت سے آس لگی، ڈھارس بندھی، دل کڑا کیا اور معین قریشی جیسا سیکولرز مزاج دماغ، عمل، عقیدہ، عادات و اطوار کا لے پالک امریکہ مہاراج نے پاکستانیوں پر مسلط کر دیا۔ پھر رادھا نے جو راگ الاپا تو مہا بھارتُو نے کان دھر کے سنا۔ سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کا ہے کا۔ "روشن خیال اسلام" زندہ باد، ملا ازم مردہ باد، جمہوریت پائندہ باد
پاک سر زمین شاد باد۔-----

مولانا زاہد الراشدی

عدالت عالیہ کا قادیانیوں کے خلاف تازہ فیصلہ (۵ جولائی ۹۳ء) اور جسٹس شفیع الرحمن کے اختلافی نوٹ کی حقیقت

ضیاء الحق شہید نے ۱۹۸۴ء میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے متفقہ مطالبہ پر امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ کیا۔ جس کے تحت قادیانیوں کو تمام شعائر اسلامی استعمال کرنے سے قانوناً روک دیا گیا۔ قادیانی تب سے ہی ضیاء الحق کے جانی دشمن ہوگئے تھے۔

چند ماہ پیشتر قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں اس آرڈیننس کے خلاف رٹ دائر کردی جسکا فیصلہ ۵ جولائی ۱۹۹۳ء کو سپریم کورٹ کے فل بنچ نے سنایا۔ اسی فیصلے کے حوالے سے مولانا زاہد الراشدی کی ایک تجزیاتی تحریر قارئین کی نذر ہے۔ (ادارہ)

اسلامی جمہوری محاذ کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک عالیہ بیان میں قادیانیوں پر بعض قانونی پابندیاں برقرار رکھنے کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب جسٹس شفیع الرحمن کے اس اختلافی نوٹ کو آئین کی خلاف ورزی قرار دیا ہے جس میں جسٹس موصوف نے یہ ریمارکس دیئے ہیں کہ قادیانیوں پر صدارتی آرڈیننس کے نتیجہ میں جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں وہ آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق کے منافی ہیں۔ مولانا نورانی نے اپنے بیان میں یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ اس معاملہ کو سپریم جوڈیشل کونسل میں اٹھایا جائے۔ مولانا شاہ احمد نورانی ایک دینی جماعت کے سربراہ اور سیاسی و مذہبی رہنما ہونے کے علاوہ اس دستور ساز اسمبلی کے ممبر بھی رہے ہیں جس نے موجودہ دستور مرتب کیا تھا اور آئین سازی کے مختلف مراحل میں ان کا کردار متحرک اور سنجیدہ پارلیمنٹیرین کا رہا ہے۔ اس لئے وہ آئین کے مقاصد اور روح کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں اور اسی پس منظر میں ان کا یہ بیان انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ بالخصوص ان حالات میں کہ ملک کی قومی اسمبلی کی قائم کردہ ایک خصوصی کمیٹی پورے آئین کا از سر نو جائزہ لے رہی ہے اور اس کے مبینہ تضادات اور خامیوں کو دور کرنے کے لئے سفارشات مرتب کرنے میں مصروف ہے۔ مولانا نورانی کا یہ بیان آئینی مباحث کے حوالہ سے ایک اور پہلو کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ اس لئے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس پورے معاملہ کا از سر نو جائزہ لیا جائے۔

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ قادیانی گروہ کو اُمت مسلمہ سے الگ ایک جداگانہ مذہب کا پیروکار قرار دیتے ہوئے اس کا شمار غیر مسلموں میں کیا اور ۱۹۸۴ء میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ قادیانی گروہ کے افراد کو قانونی طور پر پابند کردیا کہ چونکہ وہ آئین کی رو سے غیر مسلم ہیں اس لئے وہ اپنے تعارف اور پہچان کے

لئے اسلام کا نام اور مسلمانوں کے مخصوص شعائر مثلاً کلمہ طیبہ، مسجد، اذان وغیرہ کا استعمال نہ کریں۔ آرڈیننس میں ایسا کرنے کو حرام قرار دے دیا گیا مگر اس کے باوجود قادیانی حضرات اسلام کا نام اور مسلمانوں کے شعائر استعمال کرتے رہے جس پر ملک کے مختلف حصوں میں ان کے خلاف مقدمات درج ہوئے۔ بہت سے قادیانی گرفتار ہوئے۔ ان میں سے بعض کو عدالتوں سے سزائیں بھی ہوئیں۔ اس پر قادیانیوں نے جہاں ملک سے باہر عالمی سطح پر یہ پروپیگنڈہ مہم منظم کی کہ ان کی مذہبی آزادی اور بنیادی حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے۔ وہاں ملک کے اندر بھی وہ اعلیٰ عدالتوں میں گئے اور یہ موقف اختیار کیا کہ امتناعِ قادیانیت کا صدارتی آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء قرآن و سنت اور آئین پاکستان کے منافی ہے۔ اعلیٰ عدالتوں نے ان کا یہ موقف تسلیم نہ کیا اور ان کے خلاف فیصلے صادر کئے۔ قانونی وکلاء ان فیصلوں کے خلاف اپیل لے کر سپریم کورٹ میں گئے۔ جہاں مسٹر جسٹس شفیع الرحمن، مسٹر جسٹس عبد القدیر چوہدری، مسٹر جسٹس محمد افضل لون، مسٹر جسٹس سلیم اختر اور مسٹر جسٹس ولی محمد پر مشتمل فل بنچ نے ان اپیلوں کی سماعت کی اور ۵ جولائی ۹۳ء کو یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ صدارتی آرڈیننس آئین کے منافی نہیں ہے جب کہ مسٹر جسٹس شفیع الرحمن نے اختلافی نوٹ دیا ہے کہ آرڈیننس کے کچھ حصے ان کے بقول آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق کے متصادم ہیں اور مولانا شاہ احمد نورانی نے اسی اختلافی نوٹ کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہماری اعلیٰ عدالتوں کے بعض جج صاحبان اور کچھ قانونی ماہرین بنیادی حقوق کے تصور کے بارے میں کنفیوژن کا شکار ہیں۔ ان کے ذہنوں میں بنیادی حقوق کا تصور وہ ہے جو مغربی نظام قانون بلکہ نظامِ سیاست نے میڈیا کے ذریعے ان کے سامنے پیش کر رکھا ہے۔ اور امریکہ بہادر انسانی حقوق کی یہ رائفل کندھے سے لگائے اپنے سیاسی مخالفین پر تاک تاک کر نشانے لگا رہا ہے۔ بنیادی حقوق کے اس مغربی تصور (یہودی و نصرانی تصور) کو ہمارے بعض جج صاحبان پاکستان کے آئین میں فٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور تصویر اور فریم کے سائز بلکہ ساخت مختلف ہونے کے باعث ہی تصویر فٹ نہیں ہو رہی۔ اس سے قبل بھی ہماری عدالتِ عظمیٰ اس قسم کی صورت حال سے دوچار ہو چکی ہے۔ جب چکوال کے ایک مقدمہ قتل کے حوالہ سے سپریم کورٹ میں یہ بحث چلتی رہی کہ قاتل کو برسرِ عام سزا دینا اس کی عزتِ نفس کے منافی ہے اور عزتِ نفس ایک جیسی ہے۔ جج صاحبان کے ذہنوں میں یہی تصور براجمان تھا۔ اور جب ان سے کہا گیا کہ قرآنِ کریم مجرموں کو برسرِ عام لوگوں کے سامنے سزا دینے کا حکم دیتا ہے تو وہ کنفیوژن کا شکار ہو گئے۔ مسٹر جسٹس شفیع الرحمن کا اختلافی نوٹ بھی اسی نوعیت کے ذہنی کنفیوژن کی عکاسی کرتا ہے۔

یہ قصہ صرف اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان تک محدود نہیں رہا بلکہ ہماری سیاسی قیادت کا ایک بڑا حصہ اسی ذہنی الجھن کا شکار ہے۔ وہ ایک طرف انسانی حقوق، شہری آزادیوں اور ڈیموکریسی کے وہ تصورات ذہنوں میں سجائے بیٹھے ہیں جو مغرب نے (یہود و نصاریٰ) تعلیم اور میڈیا کے ذریعے ان کے ذہنوں میں منتقل کئے ہیں اور دوسری طرف قرآن و سنت کی تعلیمات اور آئین کی اسلامی دفعات ان کا دامن پکڑے ہوئے ہیں۔ اور انہیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کیا کریں اور کدھر جائیں؟ ان کی اسی حالت کی عکاسی اردو کے اس شعر میں بہتر طور پر کی گئی ہے جو اکبر الٰہ آبادی مرحوم کا ہے کہ:

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے (۱)

قومی اسمبلی میں آئین کے تضادات اور خامیوں کا تذکرہ اور اصلاحی سفارشات کے لئے کمیٹی کے قیام کا فیصلہ بھی اسی ذہنی کش مکش کا کرشمہ ہے۔ اور جس قومی اسمبلی نے نام نہاد شہریت بل میں قرآن و سنت کی بالادستی سے سیاسی نظام اور حکومتی ڈھانچے کو مستثنیٰ قرار دینے کی دفعہ پاس کرلی تھی۔ اس سے کسی بھی فیصلہ کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس لئے حساس دل ابھی سے لرز رہے ہیں کہ کہیں آئین کے تضادات دور کرنے کے بہانے جمہوریت اور بنیادی حقوق کے مغربی تصورات (یہودی و نصرانی تصورات) کی کند چھری آئین کی اسلامی دفعات کی گردن پر نہ چلادی جائے۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ "قرارداد مقاصد" آئین کا قابل عمل حصہ ہے جس میں مملکت اور حکومت کو اس امر کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر حکمرانی کا اختیار استعمال کریں۔ پھر اسلام کو مملکت کا سرکاری مذہب قرار دے کر ملک کے تمام مروجہ قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کی آئینی ضمانت دی گئی ہے۔ اس لئے جب آئین کی دوسری دفعات میں مذہبی آزادی اور بنیادی حقوق کا ذکر ہوگا تو ان کی بنیاد مغربی تصورات پر نہیں بلکہ قرآن وسنت کی تعلیمات پر ہوگی اور قرآن وسنت کی تعلیمات کا فیصلہ مغربی فلسفہ قانون اور روایات و اقدار کی بجائے اُمت مسلمہ کے ۱۴ سو سالہ تعامل پر ہوگا۔ یہی ایک بنیادی نقطہ ہے جو مغرب سے مرعوب ہمارے بہت سے سیاست دانوں اور جج صاحبان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ اب جسٹس شفیع الرحمان صاحب کے اختلافی نوٹ کو ہی لے لیجئے۔ انہوں نے اس نوٹ میں یہ کہہ کر خود ہی اپنی اس ذہنی الجھن کا اظہار کر دیا ہے اور روزنامہ جنگ لندن ۶ جولائی ۱۹۹۳ء کی رپورٹ کے مطابق:

"مسٹر جسٹس شفیع الرحمان نے اپنے اختلافی فیصلے میں لکھا ہے کہ عدالت کو مقدمے کی سماعت کے دوران اس مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ قادیانیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ امتناع قادیانیت کا آرڈی ننس اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ لیکن قادیانیوں نے اس بات پر زور نہیں دیا کہ وہ اس آرڈی ننس کو بنیادی حقوق سے متصادم ثابت کریں"۔

گویا مسٹر جسٹس موصوف کے بقول قادیانیوں کے لئے صدارتی آرڈی ننس کو اسلامی تعلیمات کے منافی ثابت کرنا ممکن نہیں تھا البتہ اس کے بجائے وہ اسے بنیادی حقوق کے متصادم ثابت کرنے پر زور دیتے تو جسٹس موصوف کو فیصلے میں مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اس طرح خود انہوں نے یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ اسلامی تعلیمات کے تقاضے بنیادی حقوق کے معروف تصور سے مختلف ہیں اور کسی فیصلے میں دونوں کو یک جا ملحوظ نہیں رکھا جا سکتا لیکن ہمیں یہاں بھی جناب جسٹس موصوف کا ذہن کنفیوژن کا شکار نظر آتا ہے۔ کیونکہ ان کے ذہن میں اس مرحلہ پر بھی بنیادی حقوق کا وہی تصور ہے جو مغرب کا پیش کردہ ہے اور جس کا اطلاق پاکستان میں مملکت اور دستور کی واضح نظریاتی بنیادوں کے باعث کلیتاً ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ حکمرانی کا اختیار استعمال کرنے میں خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی پابندی دستوری طور پر قبول کرلینے کے بعد آئین کی رو سے بنیادی حقوق سمیت تمام معاملات کی وہی تشریح

(۱) مولانا کو سہو ہوا ہے۔ یہ شعر غالب کا ہے۔

و تعبیر قابلِ قبول ہو گی جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو گی۔ اس لئے ہمیں قومی سطح پر بنیادی حقوق سمیت تمام معاملات کی وہی تشریح و تعبیر قابلِ قبول ہو گی جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو گی۔ اس لئے ہمیں قومی سطح پر بنیادی حقوق کے حوالے سے اپنا ذہن واضح کرنا ہو گا اور اس امر کا پوری طرح ادراک کرنا ہو گا کہ بنیادی حقوق اور شہری آزادیوں کا مغربی (یہودی و نصرانی) تصور ایک الگ چیز ہے اور ان کا اسلامی دائرہ اس سے قطعی طور پر جدا گانہ ہے۔ دونوں کے درمیان ایک واضح خطِ امتیاز ہے جسے کھلی آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے۔ یہاں اس امر کی تفصیل میں جانا ضروری نہیں ہے کہ بنیادی حقوق کے دونوں تصورات میں فرق کہاں کہاں ہے اور انسانی اجتماعیت کے مفاد کے نقطۂ نظر سے ان میں بہتر اور مفید کون سا ہے۔ لیکن اس قدر گزارش شاید نامناسب نہ ہو کہ اسلامی اجتماعیت کے مثالی دور خلافتِ راشدہ میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی طور پر بنیادی حقوق اور شہری آزادیوں میں جو توازن اور ان کی عملی کار فرمائی نظر آتی ہے۔ آج کا مغربی معاشرہ ان حقوق کے عملی اطلاق اور اس کے فطری ثمرات میں نتائج کے لحاظ سے خلافتِ راشدہ کا جواب پیش کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اور انسانی اجتماعیت کے فطری تقاضوں پر مغرب کے معاشرتی جبر کے خلاف خود اس معاشرہ کے دانشوروں کی چیخ و پکار اب واضح طور پر سنائی دینے لگی ہے۔ بوسنیا اور فلسطین کے حوالے سے بنیادی حقوق کے بارے میں مغرب کے دوہرے معیار کے خلاف سابق برطانوی وزیر اعظم مسز تھیچر کی صدائے احتجاج اور مغرب میں خاندانی زندگی کی تباہی پر آنجہانی سوویت یونین کے آخری صدر مسٹر گورباچوف کا واویلا ابھی تازہ باتیں ہیں۔ جب کہ معاشرتی بے سکونی، بدامنی اور قتل و غارت گری کے پس منظر میں مغربی دانشوروں کی گزشتہ پانچ سال کی چیخ و پکار کو جمع کیا جائے تو ایک کتابچہ مرتب ہو سکتا ہے مگر بد قسمتی کی بات ہے کہ مغرب اپنی معاشرتی اقدار و روایات کی فتنہ خیزیوں سے تنگ آکر پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھنے لگا ہے تو ہمارے بعض دانشور، سیاست دان اور جج صاحبان ان اگلے ہوئے لقموں کی طرف للچائی ہوئی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

جہاں تک دستور پاکستان کا تعلق ہے اس کا رخ بالکل واضح ہے۔ وہ حکمرانی کا اختیار استعمال کرنے میں خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی پابندی قبول کرتا ہے۔ اسلام کو مملکت کا سرکاری مذہب قرار دیتا ہے۔ تمام مروجہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کی ضمانت دیتا ہے اور دستور پاکستان نے قوانین کی قرآن و سنت کے مطابق تعبیر و تشریح کے لئے وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے وہ آئینی ادارے قائم کر رکھے ہیں جو اپنے اپنے دائرے میں مسلسل خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس لحاظ سے آئین میں کوئی ابہام ہے نہ تضاد۔ البتہ آئین میں بعض ایسی دفعات بھی شامل ہیں جو مملکت اور دستور کے واضح نظریاتی دائرہ کار کے باوجود نو آبادیاتی دور کی یادگار قانونی معاشی اور سیاسی نظام کو تحفظ فراہم کر رہی ہے اور اس حوالہ سے آئین میں واقعتاً تضاد موجود ہے اس لئے اگر آئین کو تضادات سے پاک کرنا ہے۔ تو اس کے لئے صحیح راستہ یہ ہے کہ:

O ہمارے سیاست دان، دانشور اور جج صاحبان اپنے ذہنوں سے بنیادی حقوق، شہری آزادیوں اور معاشرتی اقدار و روایات کے حوالہ سے مغربی (یہودی و نصرانی) تصورات کا بوجھ اتار دیں اور قرآن و سنت اور خلافتِ راشدہ

بقیہ ص۴۹ پر

کچھ ناموں کے بارے میں

مجید لاہوری مرحوم

ایک صاحب کا نام تھا گلزار علی۔ ان کے لڑکے کا نام تھا گل از گلزار علی! اب جو گل از گلزار علی کو اللہ تعالیٰ نے فرزند ارجمند عطا فرمایا تو اس کا نام انہوں نے رکھا۔

"غنچہ کہ دمیدہ در گلزار علی"

مشرقی بنگال کے ایک گاؤں میں ایک مولوی صاحب تھے جن سے لوگ نام رکھواتے تھے ان کے پاس "طلسم ہوشربا" کی جلدیں تھیں۔ جن میں سے وہ عموماً نام رکھتے تھے۔ بدیع الزماں۔ امیر حمزہ۔ صاحب قراں۔ نور الدہر ملکہ حیرت۔ ملکہ صبا۔ مظہر العجائب۔ سحر الغرائب وغیرہ۔

مشرقی بنگال میں چونکہ لوگ بہت ہی دیندار قسم کے ہیں لہٰذا ان کے نام میں "دین کا ڈنکا" ضرور بجتا ہے۔ شہاب الدین ظہیر الدین۔ تمیز الدین۔ امین الدین۔ فہیم الدین۔ اور اس قسم کے بہت سے نام ہم سنتے ہیں۔ لیکن وہاں ایک صاحب کا نام تھا۔ "خدام الدین" اسی سبز شاداب خطہ میں کھجور کے درخت بھی ہیں۔ چنانچہ ایک خاتون کا نام تھا "کھجور النساء"

ایک اور دلچسپ نام سنیئے۔ ایک خاتون کا نام "پائے پیرٹھی بی بی فاطمہ" اور اس سے زیادہ دلچسپ نام یہ ہے کہ بڑے بھائی کا م "فروغ" چھوٹے کا نام قافئے کی رعایت سے "دروغ" رکھا گیا۔ (دروغ بر گردن راوی)

فتح پور الہ آباد کے پاس ضلع ہے۔ "نگار" لکھنؤ کے ایڈیٹر حضرت نیاز بھی وہیں کے رہنے والے ہیں۔ ہاں تو یہاں تھے ایک صاحب خان صاحب سید طفیل ان کے لڑکوں کے نام یوں تھے سہیل۔ فضیل۔ بلبل۔ حمبل۔ کمبل۔ کفیل۔ ایک صاحب نے تجویز کیا کہ نئے بچے کا نام "غلیل" رکھ دو۔

خیر اس پر ایک فرمائشی قہقہہ بلند ہوا۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ آپ نے لڑکیوں کے نام میں قافیہ آرائی کیوں نہیں کی؟ طفیل صاحب نے کہا اس میں تو قافیہ کوئی نہیں تھا ایک اور صاحب کہنے لگے قافیہ کیوں نہیں تھا آپ "چڑیل" نام رکھ سکتے تھے۔

علی گڑھ میں ایک لنکا کا رہنے والا لڑکا پڑھتا تھا۔ "ینامکا چمن بے سلیماں بدیع الدین محمد عمر نور محمد معین الدین" آپ سمجھے ہوں گے کہ یہ پورا شجرہ نسب ہے لیکن صاحب یہ ایک نام ہے۔ ہاں تو یہ صاحبزادے الہ آباد یونیورسٹی کے ایک مباحثہ کے سلسلہ میں آئے اور مسلم ہوٹل میں ٹھہرے وہاں کے لڑکوں نے اس کا نام کچھ

"شارٹ ہینڈ" بنالیا۔ ایم این ایم سلیمان۔ ! اور روزانہ صبح ان کے کمرے کے سامنے ان کے پورے نام کا کورس گایا کرتے تھے۔

برما کے ایک وزیر (جنگ سے قبل) کا نام تھا "پوتھار اوری مونگ مونگ ساؤ پوتھان" یہ "پوتھان" یوں معلوم ہوتا ہے جیسے "پٹھان" سے مستعار لیا گیا ہے۔ یہ نام پڑھ کر ہمیں ایک دلچسپ بات سوجھی تھی وہ یہ کہ اگر غلام نبی پٹھان اور یوسف ہارون ایک ساتھ آرہے ہوں تو ان کا مشترکہ نام ہونا چاہیئے۔ "یوتھن جوزف"

آج سے تقریباً بیس سال پہلے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ کے لئے ہمارے ایک سندھی بھائی نے درخواست دی۔ ان کا اسم گرامی تھا۔ "سلنگی فتح محمد خان سمانوں خان" جب یہ درخواست پرووائس چانسلر صاحب کے سامنے پیش ہوئی تو کسی نے کہا کہ صاحب! یہ تو اچھا خاصہ مصرعہ ہے اور دیکھئے میں لے سے پڑھتا ہوں۔
اس کے دوسرے دن ایک درخواست اور آئی اور جن صاحب نے پرووائس چانسلر صاحب کے سامنے پہلے نام کا مصرعہ بتایا تھا وہ دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے حضرت آج شعر پورا ہوگیا یعنی ایک نام ایسا ہی اور آگیا ہے۔ دیکھئے میں دونوں ناموں کو ملا کر پورا شعر پڑھتا ہوں ملاحظہ ہو۔

سلنگی فتح محمد خاں سمانوں خاں
سگھاڑی غلام علی دو دوں خاں

اول الذکر اسم گرامی کے مالک اب بھی کراچی میں ہیں جب ملتے ہیں تو فوراً یہ شعر یاد آجاتا ہے۔
خدا نہ کرے کہیں ان سطور پر ان کی نظر پڑ جائے

چند اور بھی پُر لطف نام کل ہی میرے ایک دوست جو ڈاکٹر ہیں سنا رہے تھے کہ ان کے ہسپتال میں ایک مریضہ آئی۔ اس کا نام جو دریافت کیا تو کہنے لگی "گرناز" پہلے تو یہ نام سمجھ میں نہ آسکا پھر ذرا غور کیا تو معلوم ہوا کہ نام ہے "گرہ ناز" ذرا نام کی اس شاعرانہ لطافت کی داد دیجئے۔ اور اس کے ساتھ پھر یہ نام سنئے۔ "امید بھری" اس سے زیادہ پُر حقیقت نام اور کیا ہوگا اچھا تو ایک نام اور سنئے اور پھر رخصت یعنی نام ہے۔ "اللہ بچایا" جب "اللہ بخش" اور "اللہ رکھا" نام رکھ سکتے ہیں تو "اللہ بچایا" میں کیا ہرج ہے؟
سمجھ اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

دہلی میں ایک سندھی ایس ڈی او تھے جن کا اسم گرامی تھا "اپریل" انہیں دیکھ کر ہمیشہ دل میں ایک گدگدی پیدا ہوتی تھی کہ ابھی ماہواری قسم کے ناموں میں گیارہ کی اور گنجائش ہے۔
حیدر آباد میں بچل بلکہ بچل علی بہت سے نام ہیں۔ بعض تو ان میں سے بی اے ایل ایل بی اور گزیٹیڈ آفیسر بھی ہیں۔ واقعی یہ بچل بہت چلتا ہوا نام ہے۔

سکھ بہت ہی دلچسپ قوم ہے اور پھر اس کے نام وہ تو اور بھی دلچسپ ہیں۔ دنیا میں یہی ایک قوم ہے جس کو

نام تلاش کرنے میں قطعاً دقت نہیں ہوتی۔ کوئی سی چیز ہو اس کے ساتھ صرف "سنگھ" لگا دیجئے۔ بس نام بن جائے گا۔ مثلاً "گدھا سنگھ" یوں معلوم ہوتا ہے جیسے گدھے کے سر پر سینگ ہیں "کیکر سنگھ" "ببول سنگھ" دروازہ سنگھ" کہاڑا سنگھ" (کلہاڑا)

دہلی میں ایک سردار جی تھے ان کے دروازے پر ایک چھوٹا سا بورڈ تھا۔ نہایت ہی خطرناک قسم کا۔ خطرناک قسم کا اس لئے کہ اس پر لکھا تھا۔ "سردار سر توڑ سنگھ"

یہ بورڈ آنے جانے والوں کو سردار جی کے خوفناک نام سے آگاہی بخشا کرتا تھا۔

جھانسی میں ایک بزرگ رہتے تھے جن کا نام تھا عبدالغنی لیکن انہوں نے پیدائشی شاعری شروع کر دی۔ یعنی بچوں کے نام "ہم قافیہ" رکھنا شروع کئے ان کے لڑکوں کے نام تھے عبدالشافی عبدالوافی۔ عبدالکافی۔ جب چوتھا لڑکا پیدا ہوا تو کسی دوست نے مشورہ دیا اس کا نام عبدالشافی (مٹھائی) رکھ دو نام پکارتے وقت منہ میٹھا ہو جائے گا۔ وہ تو کہئے کہ جھانسی میں حکیم سعید صاحب کا ہمدرد دواخانہ نہیں تھا ورنہ وہ صاحب لڑکے کا نام "عبدالصافی" رکھ دیتے۔

بقیہ از صفحہ ۴۶

کی بنیاد پر اسلامی تعلیمات کو کھلے ذہن کے ساتھ یکسو ہو کر قبول کریں۔

O اور دستورِ پاکستان کی کسی ایسی دفعات پر نظر ثانی کی جائے جو انگریزی دور کی باقی ماندہ سیاسی، معاشی اور قانونی نظام کا تحفظ کر رہی ہیں اور ملک کے اجتماعی نظام پر قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی تسلیم کی جائے۔ اس کے بغیر ہم ان فکری اور معاشرتی تضادات سے نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ جس نے پینتالیس سال سے ہمارے قومی سفر اور ترقی کا راستہ روک رکھا ہے۔

ان گزارشات کے ساتھ ہم مولانا شاہ احمد نورانی کی طرف سے جسٹس شفیع الرحمن کے مذکورہ بالا اختلافی نوٹ کا معاملہ سپریم جوڈیشل کونسل میں پیش کرنے کے مطالبہ کی حمایت کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ کونسل کے ذمہ دار حضرات اس اصولی منطقی مطالبہ کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیں گے

تصحیح

گزشتہ شمارے میں صفحہ نمبر ۵۶ پر محترم حافظ ارشاد احمد صاحب کی نظم میں چوتھے شعر کے دوسرے مصرع میں لفظ "بردباری" کے بجائے بربادی شائع ہو گیا ہے ادارہ اس سہو کتابت پر معذرت خواہ ہے۔ قارئین شعر کی تصحیح فرمالیں۔

خدا کی راہ میں جھیلے مصائب طیب خاطر سے
یہ عبرت خیز انکی بردباری دیکھتے جاؤ

طنز و مزاح

زبان میری ہے بات اُن کی

ساغر اقبالی

○ کوئی مولوی کو ووٹ نہ دے (ہیجڑہ لیڈر انجمن گگو)

لو! وہ بھی بولی۔ مولوی کو "بھیجی غلام رسول" بھی ووٹ دینے کے لیے تیار نہیں!

○ بُنیاد پرستی کوئی چیز نہیں۔ (نواز شریف)

پھر امریکہ کو اس یقین دہانی کا کیا مقصد تھا کہ "میں بنیاد پرست نہیں ہوں"!

○ پی پی اور ملّاں کا اتحاد غیر فطری ہے۔ (غلام احمد بلور)

بلوری آنکھ کہاں تک کام کر گئی!

○ میں اور صنم اہل تشیع ہیں۔ بے نظیر اور مرتضیٰ بھٹو سُنی ہیں۔ (نصرت بھٹو)

ماں ٹینی باپ کلنگ بچے نکلے رنگ برنگ

○ گورنر اور وزیر اعلیٰ سندھ کے تعلقات اب ٹھیک ہیں (معین قریشی)

"ہمدرد" کی دوائیاں آخر کس لئے ہیں؟

○ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نے چھٹہ گروپ کو جواب دے دیا۔ (ایک خبر)

دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا

○ بازار حُسن میں کمانڈو ایکشن۔ پی پی کے کارکن زد میں آگئے۔ یُوسف صلاح الدین نے رہائی دلائی (ایک خبر)

گھری ہوئی ہے "سیاست" تماش بینوں میں۔

○ اپنی سیاست اور پروگرام پر دینی جماعتوں سے سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ (بے نظیر)

مولانا فضل الرحمن سوچیں! کہاں کھڑے ہیں؟

○ پہلے سنگا پور سے مال آتا تھا اب وزیر اعظم آتا ہے۔ (لیاقت بلوچ)

اسحاق، نواز اور بے نظیر تینوں امریکہ کے ایجنٹ ہیں۔ اور اب نگران قریشی نے امریکہ کے آرڈر پر غریبوں کی زندگی حرام کر دی ہے۔ (قاضی حسین احمد)

بے نظیر نے ۵۶۱، جونیجو نے ۱۲۹، جتوئی نے ۵۹ اور نواز شریف نے ۲۲۳ پلاٹ بانٹے (ایک خبر)

تین سو سیاست دانوں سمیت ۱۳۱۲ قرضہ چوروں کی لسٹ بن گئی (دوسری خبر)

منظور وٹو کی رہائش گاہ کے دونوں ٹیلیفون، بل کی عدم ادائیگی پر کاٹ دیئے گئے (تیسری خبر)

حج کرنے گیا تھا قوم کا لیڈر کوئی   سنگ باری کے لئے "شیطان" پر جانا پڑا
ایک کنکر پھینکنے پر یہ صدا آئی اسے   تم تو اپنے آدمی تھے تم کو آخر کیا ہوا؟

○ جمہوریت ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے۔ (بے نظیر)

بجا فرمایا! جمہوریت آپ کا "نہانا نچوڑنا" بھی ہے۔

بقیہ صـ ۶۱ پر دیکھیں

ابو سفیان تائب

اہمیتِ علم

خالق کائنات نے جب انسان کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا کہ یا باری تعالیٰ آپ ایک ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو زمین میں فتنہ و فساد پھیلائے گی۔ تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا!

انی اعلم مالاتعلمون

(جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے)

اور پھر جب خداوند قدوس نے اپنے اسی علم کا ایک جلوہ انسان اول، نبی اول، رسول اول اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے جد امجد سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ڈالا تو وہی فرشتے جنہوں نے انسان کی تخلیق پر اعتراض کیا تھا اس پیکر علم و عرفان کے سامنے اپنی بات پر شرمندہ ہوئے اور تعظیم کے لئے سجدہ میں گر گئے حقیقت میں یہ تعظیم آدم علیہ السلام کی ذات کی نہ تھی بلکہ اس علم الٰہی کی تعظیم تھی جس کا پر تو سیدنا آدم علیہ السلام پر ڈال دیا گیا تھا۔ بہت سی احادیث میں یہ آیا ہے کہ علم کا سیکھنا عبادت سے بھی افضل ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف میں داخل ہے اور اس کی طلب یعنی تلاش کیلئے کہیں جانا عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے۔ اور اسکی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے۔ اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا یعنی اہل لوگوں کو علم سکھانا اللہ کی قرب ہے اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کیلئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے۔ وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے۔ تنہائی میں ایک محدث ہے۔ خوشی اور رنج میں دلیل ہے، دشمنوں پر ہتھیار ہے، حق تعالیٰ شانہ علم حاصل کرنے والوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے کیونکہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشان قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے، انکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے، فرشتے ان سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں اپنے پروں کو برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر ان پر ملتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی انکے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور سانپ تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اس لئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ امت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ اور دنیا و آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے۔ اس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی

ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ علم بہتر چیز ہے یا دولت؟ آپ نے فرمایا علم دولت سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ دولت قارون و فرعون کو ملتی ہے اور علم پیغمبروں کو ملتا ہے۔ انسان کو دولت کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ مگر علم انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ دولت والے آدمی کے دشمن بہت ہوتے ہیں مگر علم والے آدمی کے دوست! دولت خرچ کرنے سے گھٹتی ہے۔ اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ دولت مند بخیل اور علم والا سخی ہوتا ہے۔ دولت کو چرایا جا سکتا ہے علم کو چرایا نہیں جا سکتا۔ دولت غرور سکھاتی ہے اور علم حلم سکھاتا ہے۔ دولت کی حد ہوتی ہے لیکن علم لامحدود ہے۔ علم بڑی دولت ہے۔ علم سے نجات ہوتی ہے۔ علم کے آگے مال و دولت کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ایک محتاج آدمی جو علم کی دولت سے بہرہ ور ہے وہ بے علم بادشاہ سے بہتر ہے۔ ایک آدمی کا علم اور ہزار آدمیوں کی عبادت برابر نہیں ہو سکتی۔ عالم کا ایک دن جاہل کی تمام عمر سے زیادہ ہے۔ جس آدمی میں علم نہیں وہ آدمی نہیں جانور ہے۔ اور جس گھر میں کوئی علم والا نہیں وہ گھر نہیں جانوروں کا ڈربا ہے۔ اور جس ملک میں علم کا رواج نہیں وہ ملک نہیں حیوانات کا جنگل ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں جو شخص علم حاصل کرنے کا خواہاں ہو وہ پہلے یہ طے کر لے کہ آیا تحصیل علم سے اسکا مقصد کیا ہے۔ اگر صرف فخر و نمائش کیلئے پڑھتا ہے تو یاد رہے کہ وہ اپنا ہی دشمن ہے اور اگر علم سے جہالت کا دور کرنا اور دوسروں تک پہنچانا اور خدائے بزرگ و برتر کی رضا جوئی مقصود ہے تو پھر سبحان اللہ۔ حضرت جنید بغدادی کا فرمان ہے کہ علم کی بڑی قیمت ہے اس لئے قیمت لئے بغیر علم کسی کو نہ دیا کرو۔ اس پر لوگوں نے سوال کیا کہ بھلا علم کی قیمت کیا ہے؟ فرمایا کہ اس کا ایسے شخص کے پاس رکھنا جو خوبی کے ساتھ اس کا بار اٹھائے اور باحفاظت رکھے اور اسکو ضائع نہ کرے۔ جو شخص محض دنیا کے لئے علم سیکھتا ہے۔ علم اسکے دل میں جگہ نہیں پکڑتا۔ مخبر صادق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ دنیا میں تمہارے تین باپ ہیں۔ ایک وہ جو تمہاری پیدائش کا سبب ہے۔ دوسرا وہ جس نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دی۔ تیسرا وہ جس سے تم نے علم کی دولت حاصل کی اور ان میں بہترین باپ تمہارا استاد ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے "جس نے مجھے ایک حرف کی بھی تعلیم دی ہے۔ اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا۔ جانشین امیر شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہ کا فرمان ہے کہ صحیح علم تشکیل اخلاق کا ذریعہ ہوتا ہے اور اخلاق حسنہ سے اعمال صالحہ مترتب ہوتے ہیں۔ جو کچھ پڑھا جائے گا۔ جو اصول اور قواعد و ضوابط پڑھے جائیں گے؟ ان سے دل و دماغ میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ آدمی اپنے دل و دماغ میں آئندہ جو تعمیر کرنے والا ہے اسکا پیشگی نقشہ علم سے بنتا ہے۔ تو علم ذریعہ ہے۔ اخلاق کے حصول کا۔ اور اخلاق ذریعہ ہیں عمل کے میدان میں کودنے کا۔ علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی ضروری ہے۔ کیونکہ علم بغیر عمل کے نفع نہیں دیتا۔ اور اس بات کا بھی دھیان رہے کہ علم دو دھاری تلوار ہے۔ اس کا مناسب استعمال خیر و برکت اور منفعت کا ذریعہ ہے۔ اور نامناسب استعمال ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو ہر حال میں انسان کے لئے مناسب ہو، مگر یہ خاصیت صرف کتابوں میں ہے کہ بچپن، جوانی، بڑھاپے امیری، غریبی اور رنج و خوشی میں یکساں فیض رساں ہیں۔ اس لئے ہر حال میں علم حاصل کرو۔ رئیس و امیر ہوئے تو اور نوپچے ہو جاؤ!

گے، عام آدمی ہوئے تو عزت سے زندہ رہ سکو گے۔ علم دولت سے لاکھوں درجہ بہتر ہے۔ انسان کے دل کا یہ قدیم ترین خیال ہے اور یہ خیال بڑا گہرا، متبرک اور صحیح ہے۔ جذبات انسانی کی اس موج عظیم کو جودت سے بہہ رہی ہے۔ قوموں کی ترقی اور تنزلی کے اسباب پر غور وفکر کرنا اور اس امر کا معلوم کرنا کہ باوجود دنیا کی بے ترتیبی ظلم اور تعدی کے ایک شئے ہے جو کبھی نہ بدلے گی، کبھی فنا نہ ہوگی اور ابد تک رہے گی۔ ان باتوں کو جاننے کیلئے ضروری ہے کہ ہم بے خواب راتیں گزار دیں۔ دن کو خوب محنت کریں۔ موجودہ خوشیوں کو نظر انداز کر دیں۔ ہمیشہ ستانے والی غریبی کو برداشت کریں، حوصلہ شکن حالات سے نہ گھبرائیں تو بے شک ہم اپنی زندگی کے مقصد حقیقی کو پالیں گے۔ اس لئے علم کو تادم مرگ عزیز رکھو جس سے مراد یہ ہے کہ عزیز رکھو معصومیت کو، عزیز رکھو چال چلن کی درستی کو، عزیز رکھو اس شئے کو جو دولت مند ہونے کی صورت میں تمہاری دولت کو لوگوں کی نظروں میں عزیز۔ اور غریب ہونے کی صورت میں تمہاری غریبی کو بھی معزز بنا دے اور ان لوگوں کو تم پر ہنسنے سے روکے جن کے سینے نخوت و تکبر سے معمور ہیں۔ عزیز رکھو اس شئے کو جو تمہیں تسلی دے گی اور پختگی بخشے گی۔ جو تکالیف و مشکلات اور مصائب و سائب میں تمہارے لئے سپر ہوگی۔ جو تمہارے لئے تخیل کا دروازہ کھول کر مجالس دنیوی اور محافل امراء سے مستغنی کر دے گی۔ جس سے تم بڑے بڑے مورخوں، بڑے بڑے مصنفوں، بڑے بڑے علماء اور فلاسفروں سے ہم کلام ہو سکو گے اور ممکن ہے کہ کسی دن خود بھی ویسے ہی بن سکو گے اور اس دنیا کی مستلزم الوقوع تکلیفوں، کلفتوں، بے انصافیوں اور ظلم و تعدی کو بھول سکو گے اور تم ظلمت جہالت سے نکل کر نور علم کی حقیقی روشنی میں آجاؤ گے۔ اور تمہارا دل ہمیشہ کیلئے روشن ہو جائے گا۔

علم ہے عبادت سیادت سعادت
علم ہے طاقت ہے دولت ہے بصیرت
بول بالا ہے کا انسان سے ہی علم
سو اجالا ہر میں دنیا سے ہی علم

تائید آسمانی در ردّ قادیانی : مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ ــــ ۵ روپے
حضرت حسینؓ کے قاتل کون ؟ مولانا اللہ یار خانؒ ــــ ۵ روپے
ایرانی انقلاب خمینی اور شیعیت مولانا محمد منظور نعمانی ــــ ۴۰ روپے
محدث اعظم ابو حنیفہؒ مولانا محمد یعقوبؒ ــــ ۱۲ روپے

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

. . مشاہدہ؛ شیخ حبیب الرحمن بٹالوی

ابر نے دریا پر برسایا جو پانی کیا ہوا؟

کام سے فراغت کے بعد میں گھر جا رہا تھا۔ کہ راستے میں دیکھا ایک کوٹھی کی تقریب رونمائی عروج پر تھی۔ خوبصورت سائبان لگے ہوئے تھے۔ پلاؤ زردہ کی لپٹوں کے ساتھ۔ پروفیشنل طلباء کی قرآن خوانی کی آوازیں باہر رہی تھیں۔ جھنڈیاں۔ قمقمے۔ انواع واقسام کے کھانوں کی ڈشیں اور چمکتے دمکتے برتنوں کی کھنک۔ پھولوں کے ہاروں کی مہک کے ساتھ۔ کلف لگی ہوئی شلوار قمیض میں ملبوس بہت سے مالی زادے آجا رہے تھے۔ روڈ پر پجارو ٹربو اور مٹسوبشی جیسی کاروں کا ایک ہجوم تھا۔ کہ میرے جیسے سائیکل سواروں کا وہاں سے گزرنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کوٹھی کے عین سامنے ایک جھونپڑی نما کوارٹر کے قریب چاول چھولے والی ریڑھی کھڑی تھی۔ اس گرے پڑے خستہ کوارٹر جسکے ایک جانب پانی کھڑا تھا۔ کا کوئی دروازہ نہ تھا۔ ریڑھی والا نیچے نشیب میں اتر کر اس کوارٹر کی ٹوٹی ہوئی کھڑکی میں سے ایک شاپر کہ جس میں بمشکل دو روپے کے چاول چھولے ہوں گے کسی کو دے رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ:

میرے ادھر بھی آدمی ہیں اور ادھر بھی آدمی
ان کے جوتوں پر چمک ہے انکے چہروں پر نہیں

میں سوچ رہا تھا کہ قحط الرجال کے اس روز بازار میں اس کوٹھی نما خانہ شوم کا کوئی بھی بوم ایسا نہ تھا جو ایک پلیٹ چاول سامنے رہنے والے اس غریب و نادار ہمسائے کے گھر بھجوا دیتا کہ وہ غریب بھی ایک وقت پیٹ بھر کر اچھا کھانا کھا لیتا۔

اللہ کی شان ہے کہ ایک طرف تو پلاؤ زردہ کی دیگوں پر دیگیں اڑائی جا رہی تھیں۔ اور دوسری طرف کا باسی۔ باسی نان جویں کو ترس رہا تھا۔ وہ صرف دو روپے کے چاول چھولے سے اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور زبان حال سے یوں گویا تھا۔

اے شب مفلسی مجھے یہ تو بتا مجھ سے ناراض ہو کر گئی تھی کہاں
کس کے آنگن میں تو نے اتاری تھکن کس کے غربت کدے میں بسیرا کیا

اللہ بے نیاز ہے۔ "ایک کو بھیک مانگے نہیں ملتی دوسرے کو مرغن غذا کھاتے کھاتے دست لگتے ہیں۔ ایک کے تن پر ریشم زیب دیتا ہے دوسرے کو جامہ ہستی میں رہنا مشکل ہے۔ کوئی امیر ہے کوئی فقیر۔ کوئی شاہ بے پرواہ ہے۔ کوئی گدائے بے نوا۔ اگر امیر و غریب۔ شاہ و گدا سب ابن آدم ہیں۔ تو امراء اور شاہ نے ترکہ کہاں سے پایا؟ ظاہر ہے کہ دوسروں کا حق دبایا"۔ اور ان ہی لوگوں کے بارے میں "عروۃ" نے بہت سچی بات کہی

ہے کہ "تم موٹے ہو تو اس لئے کہ تم حق داروں کا حق مارتے اور غریبوں کا خون چوستے ہو اور میں خود بھوکا رہ کر دوسروں کے پیٹ بھرتا ہوں۔ میں اپنے جسم کے ٹکڑے کئی جسموں میں بانٹ دیتا ہوں۔ (یعنی اپنا حصہ دوسروں کو دے دیا کرتا ہوں) اور خود بچے ہوئے شوربے یا تلچھٹ سے اپنے پیٹ کی آگ بجھاتا ہوں۔"

یہاں مجھے احسان دانش کی وہ نظم یاد آ رہی ہے۔ جو انہوں نے ایک دعوت نامے کے جواب میں کہی تھی۔ قارئین کے لئے یہاں اس کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ ٹی وی اور پبلک سٹیج پر معاشرتی ناہمواری کا رونا رونے والے، ہمسائے کے حقوق پر پُرجوش لیکچر دینے والے اور حق داروں کا حق مار کر۔ حقوق انسانیت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے دوچہروں کے مالک اور خطرناک ترین منافقوں کے لئے یہ نظم ایک تازیانے کی حیثیت رکھتی ہے:

اے حسن یحییٰ! مبارک ہو تجھے شادی مگر
مجھکو عصرانہ میں بلوا کر نہ دل رنجور کر
تُونے دعوت نامے بھجوائے ہیں جن لوگوں کے نام
تیری نظروں میں ہے جن جن ہستیوں کا احترام
کون سا مفلس ہے ان میں کون سا مسکین ہے!
یہ تیرے گھر پہ نہ آئیں گے تو کیا توہین ہے؟
دم گھٹا جاتا ہے ظالم مستقل اک ضیق ہے
ہم تو اپنے گھر بھی کھا لیتے ہیں جو توفیق ہے
اُن کو دعوت دے جنہیں ملتا نہیں غم سے فراغ
جن کی شاموں کو میسر آ نہیں سکتے چراغ
اُن کو دعوت دے جو بیچارے ہیں فاقوں سے نڈھال
جن کی نبضوں میں نہیں اٹھتا حرارت کا سوال
ان کو دعوت دے جو جی کر شاداں ہوتے نہیں
جن کے بچے بھوک سے روتے ہیں اور سوتے نہیں
اُن کو دعوت دے فلک نے جن پہ ڈھائے ہیں ستم
جن کا مہمانوں کی صورت دیکھ کر رُکتا ہے دم
اُن کو دعوت دے جو ہیں خاموش بھی مغموم بھی
بھول بیٹھے ہیں جو اطمینان کا مفہوم بھی
شادمانوں میں جو بانٹی شادمانی کیا ہوا؟
ابر نے دریا پہ برسایا جو پانی کیا ہوا؟
پھول گلشن میں بہاروں نے جو برسائے تو کیا؟
بے ضرورت شام کو بڑھنے لگے سائے تو کیا؟
کوہساروں میں ہوائے سرد چلتی ہے تو کیا؟
گھر کلالوں کے شراب ناب ڈھلتی ہے تو کیا؟
قوتوں نے قوتوں کی دستگیری کی تو کیا؟
اپنے حلقے میں امیروں نے امیری کی تو کیا؟
اہل زر سے اہل زر کا ساز ہے ہوتا رہے
ناز کے پالوں میں شغل ناز ہے ہوتا رہے
میں تو اس مذہب کا قائل ہوں نہ اس ایمان کا
جس میں عنصر ہو نہ غالب خدمت انسان کا
ماہ و انجم ہیں زمیں کو جگمگانے کے لئے
رفعتیں ہیں پستیوں میں کام آنے کے لئے

فدائے احرار، عظیم مجاہد آزادی
مولانا محمد گل شیر شہید
مؤلف: محمد عمر فاروق : قیمت /150 روپے

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار
چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی
نایاب اور اہم کتاب "شعور"
قیمت — 35 روپے

خیال اپنا اپنا

بارہ کروڑ پاکستانی عوام سوال کرتے ہیں؟

O کیا ملک میں حالیہ بد نظمی۔ منافرت۔ افراتفری۔ خوف و ہراس جمہوریت کی اساس ہیں یا لوازمات؟

O کیا پاک فوج کی مداخلت ملک کے سیاسی نظم و نسق میں عدم تحفظ و عدم استحکام کی آئینہ دار نہیں؟

O کیا حالیہ سیاسی تفرقہ بازی، کشیدگی اور منافرت کا انجام جگ ہنسائی اور پھر خانہ جنگی کا پیش خیمہ نہیں ہے؟

O آئندہ مجوزہ انتخابات کے نتائج کون قبول کرے؟ گا حسب سابق "دھاندلی" اور "میں نہ مانوں" میں نئے مسائل پیدا نہ ہوں گے؟

O آخر ہم یہ "جمہوری تماشا" کب تک دیکھتے رہیں گے؟ پاکستان کی بینتالیس سالہ تاریخ کے سیاہ اوراق جمہوریت کی ناکامی کا مرثیہ نہیں ہیں؟

O کیا مفاد پرست، شکست خوردہ، لاوارث اور بیرونی ایجنٹ سیاست دانوں نے اپنے عمل سے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ وہ نہ صرف حکومتی امور چلانے میں نااہل ہیں بلکہ وطن سے بھی مخلص نہیں۔

O کیا آئندہ انتخابات میں امن وامان کی ضمانت دی جا سکتی ہے؟

O کیا اندرونی اور بیرونی خطرات کے اندیشے اور ان کا سد باب پاک فوج کی ذمہ داری نہیں ہے؟

O کیا کسی بھی سیاسی اتحاد، سابق یا برسرِ اقتدار حکمرانوں کے مقاصد و منشور میں "نفاذِ اسلام" کا نکتہ شامل ہے؟

O جب شریعت قبول نہیں تو امن کی تلاش بے کار ہے اور مارشل لاء کو بطور تازیانہ عبرت ضرور آنا پڑے گا۔ جی ہاں!

O اندریں حالات مسلمان شریعت کی بالادستی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ زخموں سے چور "ممتوعہ جمہوریت" اور اس کے ہوس پرست "عارضی خصموں" میں ہرگز ہرگز حکومت سنبھالنے اور چلانے کی سکت نہیں البتہ کوئی طاقتور انقلاب ہی ملک کی موجودہ صورت حال کنٹرول کر سکتا ہے۔ اور وہ صرف اور صرف دینی انقلاب ہے۔ دینی قوتوں کا اتحاد ہے۔ لیکن۔

جب میں کہتا ہوں مرے اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

(غمزدہ عبدالواحد بیگ الرحوم پینٹرز تھلہ سادات ملتان)

حبیب اللہ رشیدی

ربوہ

چمن چمن اُجالا

قادیانیوں کو اپنی آئینی حیثیت تسلیم کر لینی چاہیے
حدود سے تجاوز اُن کے حق میں بہتر نہیں
ربوہ میں یومِ تشکر کے جلسہ میں مولانا اللہ یار ارشد کا خطاب

ربوہ مرزائیوں کا روحانی مرکز اور دوسرا اسرائیل ابیب ہے۔ امت مسلمہ کے خلاف سازشوں کا مرکز اور مسلمہ دین دشمنوں کی آماجگاہ ہے۔ یہاں کے باسی مرزائیوں نے کبھی پاکستان کی خیر خواہی و بھلائی نہیں چاہی۔ پاکستان میں یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جو بظاہر تو پاکستان کے نقشہ میں ہے لیکن اس کا کنٹرول روم اسرائیل ہے۔ اللہ بھلا کرے مجلس احرارِ اسلام کا، جس کے عظیم رہنماؤں اور کارکنوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور غدارانِ ختم نبوت کے تعاقب و محاسبہ کا عزم کیا اور گزشتہ ساٹھ برسوں سے ان استعماری گماشتوں، انگریز کے خود کاشتہ پودوں اور یہودیوں کے فکری و معنوی ایجنٹوں کے خلاف مصروفِ جہاد ہیں۔ مجلس احرارِ اسلام نے اس مقدس جہاد میں تیرہ ہزار مسلمانوں کی قربانی دی ہے۔ احرار شہداء ختم نبوت کے وارث ہیں۔

احرار نے ربوہ میں مسلمانوں کی پہلی جامع مسجد ۱۹۷۶ء میں قائم کی اور دار الکفر والارتداد" میں بیٹھ کر مرزائیوں کی نگرانی اور ہمہ وقتی جہاد شروع کیا جو الحمدللہ آج بھی جاری ہے۔ احرار کی انہی قربانیوں اور جہاد کے نتیجہ میں مرزائیوں کو ۱۹۷۴ء میں آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور ۱۹۸۴ء میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس نافذ ہوا۔ مرزائیوں نے اس آرڈیننس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی جسے فاضل ججوں نے مسترد کرتے ہوئے آرڈیننس بحال رکھا۔

۲۳ جولائی کو مجلس احرار اسلام نے اس فیصلہ کی خوشی میں ربوہ میں یوم تشکر کا اعلان کیا۔ "قصر خلافت" کے رُوبرو قائم مسجد بخاری میں قبل از نمازِ جمعہ جلسہ ہوا۔ جس سے مجلس احرارِ اسلام کے مبلغ مولانا اللہ یار ارشد، قاری محمد یامین گوھر اور دیگر مقامی علماء نے خطاب کیا۔ ربوہ کے گردو نواح سے مسلمانوں کے قافلے غول در غول اس جلسہ میں شرکت کیلئے آئے اور یہ ایک عظیم اجتماع کی شکل اختیار کر گیا۔ مولانا اللہ یار ارشد نے قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ انہیں اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم کرلینا چاہیے اور حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

بعد نمازِ جمعہ مسلمانوں نے شکرانہ کے نوافل اداء کئے اور تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ جلسہ کے اختتام کے بعد سپریم کورٹ کے فیصلہ کی خوشی میں ۱۰ من حلوہ بھی تقسیم کیا گیا۔

ابو معاویہ رحمانی
رحیم یار خان

شاہ جی کے مشن کی تکمیل یہ ہے کہ
پاکستان کے مسلمانوں کو امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی فکری، تہذیبی اور سیاسی اولاد سے آزاد کرایا جائے

مجلس احرار اسلام رحیم یار خان احرار کے زیراہتمام بطلِ حریت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی یاد میں ایک پُروقار تقریب ضلعی دفتر احرار میں منعقد ہوئی۔ حافظ محمد اشرف ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام رحیم یار خان نے صدارت فرمائی۔ حافظ محمد طیب نے تلاوت قرآن کریم سے تقریب کا آغاز کیا۔ دفتر احرار مقامی کارکنوں اور احباب شہر سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ احرار کارکن تنویر حسین کمبوہ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی انگریز سامراج کے خلاف مصائب و آلام سے معمور اور استقامت سے بھرپور تاریخ ساز جدوجہد پر روشنی ڈالی اور زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ شاہ جی نے اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے ایثار و قربانی اور جرأت و بہادری کی جو شاندار تاریخ رقم کی ہے وہ آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ حضرت امیر شریعت نے انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے بے پناہ جدوجہد کی جو الحمدللہ کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

جناب حافظ محمد اشرف صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ امیر شریعت برصغیر میں دینی انقلاب کے ذریعے حکومت الٰہیہ کے قیام کے داعی تھے۔ انہوں نے مسلمانوں میں دینی جذبہ و شعور بیدار کیا اور آزادی کی تحریک میں زبردست افرادی قوت پیدا کر کے انگریز سامراج کی عیسائی حکومت کا ٹاٹ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لپیٹ دیا۔ شاہ جی اور اُن کے رفقاء نے انگریز کے خلاف کھل کر بغاوت کی اور احرار جاں نثاروں نے مفاہمت کی بجائے مزاحمت کا راستہ اختیار کیا۔ شاہ جی کا ایمان تھا کہ انگریز اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ جبکہ مرزائی اس کے ایجنٹ ہیں۔ ان کے خلاف جہاد عین اسلام ہے۔ حافظ محمد اشرف نے کہا کہ انگریز تو یہاں سے چلا گیا مگر اس کے تہذیبی، ثقافتی اور سیاسی فرزندوں نے پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اور آج کے حکمران اور سیاست دان یہود و نصاریٰ کے نظام ریاست و حکومت جمہوریت کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ شاہ جی کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اُن کے مشن کو آگے بڑھایا جائے اور پاکستان کے مسلمانوں کو امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے فکری و تہذیبی فرزندوں کی غلامی سے آزاد کرایا جائے۔ تقریب سے دیگر کارکنوں نے بھی خطاب کیا۔

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

سید محمد ذوالکفل بخاری

"مقام نبوت کی عجمی تعبیر" کا تعاقب

O افادات: مولانا عبدالقیوم ہزاروی، استاذ الحدیث نُصرت العلوم گوجرانوالہ

O مرتب: حافظ عزیز الرحمٰن

O ناشر: عبید اللہ انور اکادمی مین بازار ٹیکسلا

مولانا ابوالخیر اسدی، مخدوم رشید (ضلع ملتان) کے ایک صاحبِ قلم عالم ہیں اور ایک عرصہ سے تحقیق و تالیف میں مصروف ہیں۔ کبھی کبھی انکی خامہ فرسائی "خامہ جنگی" کا روپ بھی دھار لیتی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا انہوں نے "مقام نبوت کی عجمی تعبیر" کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی اور اس میں موضوع و عنوانِ کتاب کی رعایت سے بعض ایسی اصطلاحات، مصطلحات اور تعبیرات کو آڑے ہاتھوں لیا۔ جو اپنی صوفیانہ، متکلمانہ، فلسفیانہ اور منطقیانہ اصلیت و حقیقت اور ضرورت و اہمیت کے ناتے علوم شرعیہ و دینیہ کے تفہیمی اسالیب میں صدیوں سے مستعمل اور متداول ہیں۔ بادی النظر میں تو اسدی صاحب کی یہ کدو کاوش بڑی "انقلابی" اور "اصلاحی" معلوم ہوتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے جا بجا "کد" اور "کاوش" سے کام لیا ہے۔ اور بہت دفعہ وہ "تجاوز عن الحد" کے مرتکب بھی ہوئے ہیں۔ خصوصاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے اُن کی سخن ناشناسی اور س پر مستزاد جارحیت۔۔۔۔۔ نہایت غیر مستحسن ہے بلکہ قابلِ گرفت بھی!

مقام شکر و ستائش ہے کہ اسدی صاحب کا جواب لکھتے ہوئے مرکز العلم۔۔۔۔ نُصرت العلوم (گوجرانوالہ) کے فاضل استاذ نے اکثر اصولی بحث کی ہے اور اپنا مبرہن موقف خوب خوب پیش کیا ہے۔ ذاتی طور پر ہم یہ ں کرتے ہیں کہ وحدت الوجود، حقیقت محمدیہ اور نبوت ذاتی و عرضی ایسے کلامی مسائل و مباحث کا دور کب کا لد ہے۔ علماء کو چاہیے کہ اب جدید مسائل و مباحث کی طرف متوجہ ہوں اور اپنی اہلیتوں اور صلاحیتوں کو استعمال لا کر جہانِ نو کے گوناگوں تقاضوں میں گھری ہوئی اُمت کی رہنمائی فرمائیں۔

O

مولانا ابوالکلام آزادؒ۔۔۔۔۔ ایک مطالعہ

مرتب: ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری   ناشر: مکتبہ اسلوب کراچی   ضخامت: ۲۴۸، صفحات

ملنے کا پتا: مکتبہ شاہد ۹/۱ علی گڑھ کالونی کراچی فون ۷۵۸۰۰   قیمت: پچاس روپے

ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ۔۔۔ کون تھے؟ اس کا جواب نئی نسل کے کسی فرد سے نہ پڑے تو یقیناً یہ کوئی قابلِ رشک بات نہ ہوگی۔ لیکن المیہ صرف یہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ہے ابوالکلامؒ کے اپنے دور سے لیکر آج تک انہیں صحیح معنوں میں جاننے اور پہچاننے والے لوگ کتنے رہے ہیں؟ جواب معلوم!

شورش کاشمیریؒ نے مولاناؒ کا "چہرہ مُہرہ" لکھا تو مختصر لفظوں میں پوری شخصیت سمو کر رکھ دی۔ انہوں نے لکھا تھا کہ

"سیاست دانوں میں عبقری، قرن اوّل کے شہ دماغ مسلمانوں کی تصویر، قرآن کے مفسر، آزادی کی جدوجہد کے سالار، چال میں طنطنہ، ڈھال میں ہمہمہ، بولتے تو پھول جھڑتے، مطالب کے فرش پر الفاظ کا رقص۔۔۔ چاروں طرف سحر پھیل جاتا۔ ۱۸۵۷ء کی خونخواری کے بعد ۱۹۱۰ء میں اسلام کی پہلی آواز جس نے مسلمانوں کی پلکوں سے نیندیں اتاریں اور اُن کے کانوں کا جُھومر بن گئی"

پاکستان میں بلکہ ہندوستان اور پاکستان میں اس وقت اگر کسی کو مولاناؒ کے افکار و سوانح کی اشاعت کی مسلسل توفیق میسر ہے تو وہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری ہیں۔ اُنہوں نے "آزاد صدی" (۱۸۸۸ء-۱۹۸۸ء) کی مناسبت سے ۲۴، معرکہ آرا کتابیں، تو گزشتہ چار پانچ برسوں ہی میں شائع فرمائی ہیں۔

پیش نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مولاناؒ کی شخصیت، صحافت، خطابت، سیاست، ادبیت اور اُن کے مذہبی، تعلیمی اور فلسفیانہ افکار پر ۲۴ نامور اہل علم کی نگارشات کو اس مجموعے کی صورت میں یکجا کر کے اور بہت کم قیمت پر مہیا کر کے۔ اُنہوں نے ایک ہی چیز ثابت کی ہے کہ ابھی ابوالکلام کے "عاشقِ صادق" زندہ ہیں۔

○

کھانے پینے کے مسنون آداب

مؤلف: ابو امامہ مولانا غلام یٰسین
ناشر: مکتبہ ابوبکر، آرائیں واہن، نزد میلسی ضلع وہاڑی
ضخامت: ۱۲۰ صفحات
قیمت: ۳۰ روپے
کتابت طباعت: متوسط

اس کتاب کی اگر تعریف کی جائے اور تحسین کی جائے تو شاید بہت سے قارئین اسے ایک رسمی انداز پر محمول کریں گے۔ لیکن یقین مانیے کہ یہ کتاب ایسی ہے جو کئی پہلوؤں سے قابل قدر ہے۔ ایک تو یہی کہ اس عنوان پر افرادِ امت کی تعلیم اور تہذیب کی ضرورت آج بھی، بہت زیادہ بلکہ پہلے سے بہت بڑھ کر ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے ہاں ایسے باشعور علماء آج بھی سامنے آ رہے ہیں (خواہ بہت ہی کم تناسب میں) جن کی نظر، اُمت کے احوال کی اصلاح کیلئے صحیح سمت میں سفر کرتی ہے۔ بقول حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ۔۔۔ "دین تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اداؤں کا نام ہے۔" گویا دین کے مبلغوں اور معلّموں پر لازم ہے کہ وہ ہر قسم کی متابعتوں سے

خود بھی یکسو ہوں اور رہروانِ دین کو بھی یکسو کریں تاکہ اس "اسوہ کامل" پر عمل کی توفیق نصیب ہو جس سے یہ دینِ کامل عبارت ہے۔

اس کتاب میں مؤلف ممدوح نے کھانے کے شروع کے آداب، درمیان کے آداب، آخری آداب، پینے کے آداب، نبی کریم کے مرغوبہ کھانے، آپ ﷺ کے مشروبات، ضیافت کے فضائل، کھلانے کے آداب، کسی کے ہاں جانے کے آداب اور اجتماعی کھانے کے آداب--- جیسے عناوین قائم کر کے سیرت طیبہ کی ایک خاص جہت کو خوب نمایاں کیا ہے۔ اسے پڑھ کر، زندہ رہنے کیلئے کھانے والے اور کھانے کیلئے زندہ رہنے والے اپنی اپنی "مسلمانی" کی کیفیت و کمیت کا بخوبی اندازہ کر سکیں گے۔

بقیہ از صفحہ ۵۰

بقیہ از صفحہ ۵۰

برسرِ اقتدار آ کر اسلام کا نفاذ کریں گے۔ (مولانا فضل الرحمن)

چشم بد دور! آپ جمعیت علماء اسلام پر تو اسلام نافذ نہ کر سکے!

O الیکشن کے بعد جماعت بناؤں گا۔ (اسلم بیگ)

اسلم لیگ بمقابلہ مسلم لیگ!

میں پیپلز پارٹی میں آ کر بہت خوش ہوں۔ (کوثر نیازی)

ہنس لے ہنس لے، تیری جان بنے گی!

O میں جبراً نوالہ بدست حوالدار اور ساتھی نے بھٹہ مزدور کی دو جوان بیٹیوں کو سرِ بازار برہنہ کر دیا۔ (ایک خبر)

لاہور پر کالی وردی والے شرابیوں، جواریوں، چوروں، ڈاکوؤں اور سمگلروں کا راج قائم ہو گیا۔ (اخبار "خبریں" کی خبر)

اگر پولیس کا محکمہ ختم کر دیا جائے تو آدھے جرائم خود بخود ختم ہو جائیں!

O میں اسلام کی خدمت کر رہی ہوں۔ (بے نظیر)

آپ کی مراد جمعیت علماء اسلام ہے؟

O نواز شریف دینی جماعتوں کو ٹشو پیپر کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں (مولانا سمیع الحق)

کب کھلا تجھ پہ یہ راز--- آج سے پہلے کہ بعد؟ مِی، شُو، پے----- پَر

O میریٹ ہوٹل اسلام آباد میں بگڑے ہوئے لونڈے لونڈیوں کا مخلوط ڈانس۔ ایک دوسرے سے بے ہودہ مذاق۔ بعض افراد نے عورتوں کے کپڑے پھاڑ دیئے۔ (ایک خبر)

اے اولاد کے بے غیرت دی کِتے نچ رئی اے کِتے گار ئی اے
مینوں کھندے نے چُپ کر بولی ناں اے قوم ترقی تے جار ئی اے

O

اظہارِ تعزیت

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے محترم حافظ حبیب الرحمن صاحب ۲۲ اگست کو فیروزہ میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون حافظ حبیب الرحمن صاحب گزشتہ چند برسوں سے مسلسل بیمار چلے آ رہے تھے۔ درمیان میں اُن کی صحت بہتر بھی ہوجاتی رہی۔ گزشتہ برس شدید بیمار رہے مگر اللہ تعالیٰ نے صحت یاب فرما دیا۔ ان دنوں صحت معمول کے مطابق تھی۔ نمازِ عصر اور مغرب کے درمیان دل کا دورہ پڑا اور وہ آخرت کو سدھار گئے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ بڑی خوبیوں والے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور سیئات معاف فرمائے (آمین)

ادارہ، مولانا عزیز الرحمن جالندھری اور محترم حفظ الرحمن صاحب سے اُن کے مرحوم بھائی کی اچانک وفات پر اظہار تعزیت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور تمام پسماندگان کو صبر عطاء فرمائے۔ (آمین)

قارئین دعاءِ مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔

دعاءِ صحت

مجلس احرار اسلام رحیم یار خاں کے نہایت مخلص اور وفادار کارکن جناب مولوی بلال احمد صاحب اور ماسٹر محمد سلیم صاحب علیل ہیں۔ ہر دو حضرات کے مختلف آپریشن ہوئے ہیں۔ احباب ان کی صحت یابی کیلئے خاص طور پر دعاء فرمائیں۔

اراکین ادارہ بھی دعاء گو ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحتِ کاملہ عطاء فرمائیں۔ (آمین)

(ادارہ)

(بقیہ اداریہ)

اول تو موجودہ مشرکانہ اور کافرانہ نظام جمہوریت کے شکنجے سے اپنے آپ کو نکالیں اور خالص انقلابی جدوجہد کا رخ اختیار کریں۔ ورنہ ایک اتحاد بنا کر نواز شریف سے سابقہ کوتاہیوں کی بنیاد پر تحریری طور پر تحفظات حاصل کریں اور اس کا ساتھ دیں۔ یہ بھی جمہوری جنگ ہو گی، اسلام کی نہیں۔ وگرنہ یوں تنہا تنہا لڑنے سے سوائے ذلت ورسوائی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ وہ وقت آگیا ہے کہ اب ملک کی دینی جماعتیں فیصلہ کریں کہ۔۔۔

وہ امریکہ کی غلامی چاہتی ہیں یا اللہ ورسول کی۔

اس راہ میں اگر موت بھی قبول کرنی پڑے تو گریز نہ کیا جائے، علماء کی قربانی وایثار سے یقیناً پاکستان کا دینی مستقبل تابناک ہو گا اور آخرت کا اجر اپنی جگہ وگرنہ موجودہ بے حسی دینی طبقات کی اجتماعی موت ہے۔

آئیے ۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے!

ہمارے دینی اِدارے اور مُستقبل کے منصوبے مُسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی اِنقلاب کی داعی ہے ۔ دینی اِنقلاب —— دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں ۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا ۔ احرار کی سب سے بڑی ، مضبُوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے ۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مُسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا ۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدّت سے محسوس کی کہ جب تک دینی اِدارے بُنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل اَمر ہے ۔ لہٰذا ہم نے اُمتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ مُلک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یُوں ہے :

★ مدرسہ معمُورہ —— دارِ بنی ہاشم ، پولیس لائنز روڈ ملتان ۔ فون نمبر : ۵۱۱۹۶۱ .
★ مدرسہ معمُورہ —— مسجد نور ، تغلق روڈ ملتان ——
★ بُستانِ حمیرا (مدرسۃ البنات) —— دارِ بنی ہاشم ، مہربان کالونی ملتان ——
★ سادات اکیڈمی —— دارِ بنی ہاشم ، مہربان کالونی ملتان ——
★ مدرسہ محمُودیہ معمُورہ —— ناگڑیاں ضلع گجرات ——
★ مدرسہ ختمِ نبوّت —— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ ۔ فون نمبر : ۸۸۶
★ مدرسہ ختمِ نبوّت —— سرگودھا روڈ ربوہ ——
★ دارُالعلُوم ختمِ نبوّت —— چیچہ وطنی ۔ فون نمبر : ۲۹۵۳ ۔ ۲۱۱۲ ——
★ احرار ختمِ نبوّت سینٹر —— چیچہ وطنی ——
★ مدرسہ ابُوبکر صدّیق —— تلہ گنگ ضلع چکوال ——
★ مدرسۃ العلُوم الاسلامیہ —— گڑھا موڑ ۔ فون : ۱۳ ——
★ مدرسۃ البنات —— گڑھا موڑ ۔ فون : ۱۳ ——
★ مدرسہ ختمِ نبوّت —— نواں چوک گڑھا موڑ ——
★ مدرسہ ختمِ نبوّت —— صادق آباد ، ضلع رحیم یار خان ۔ ——

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں ۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصُوبے ، مسجد ختم نبوت ملتان ، مدرسہ معمُورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو ، دفاتر کا قیام ، بیرونی ممالک میں مُبلّغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام ، پچاس کتابوں کی اشاعت —— یہ تمام کام اُمتِ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تعاون سے ہوگا ۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے ۔

تعاون آپ کریں دُعا ، ہم کرینگے اور اَجر اللہ پاک دینگے ۔ آئیے ، آگے بڑھئے اور اَجر کمائیے

سید عطاء المحسن بُخاری
دارِ بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ○ مُلتان
ترسیلِ زر کے لئے : اکاؤنٹ نمبر : ۹۹۲۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان .

محمد پیغمبر ﷺ — اللہ اکبر جل جلالہ — صحابہ رہبر رضی اللہ عنہم

تحریکِ طلباءِ اسلام مُلتان کے زیرِ اہتمام

سیرت کوئیز پروگرام

۲۲ ربیع الاول. مطابق ۱۰ ستمبر، جمعۃ المبارک بعد نمازِ مغرب

چوک سیدنا صدیق اکبرؓ، محلہ موری بھٹہ، اندرون دہلی گیٹ ملتان

☆

مہمانِ خصوصی
سید محمد کفیل بخاری

زیرِ صدارت
جناب صلاح الدین قریشی صاحب

ذہنی آزمائش کے اس پروگرام میں کامیاب ہونے والے طلباء کو قیمتی انعامات تقسیم کیے جائیں گے۔

مقابلے میں شرکت کے خواہشمند طلباء درج ذیل مقامات میں سے کسی ایک پر رابطہ کریں۔

- مرکزی دفتر: تحریک طلباء اسلام، جامع مسجد معاویہ، عثمان آباد کالونی ملتان۔
- محمد ابوسفیان — دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان — فون: ۵۱۱۹۶۱
- معظم معاویہ — معاویہ اکیڈمی محلہ ہزاریاں دہلی گیٹ ملتان فون: ۵۵۵۱۷۳ فون: ۳۱۲۳۷

تحریکِ طلباءِ اسلام مُلتان۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

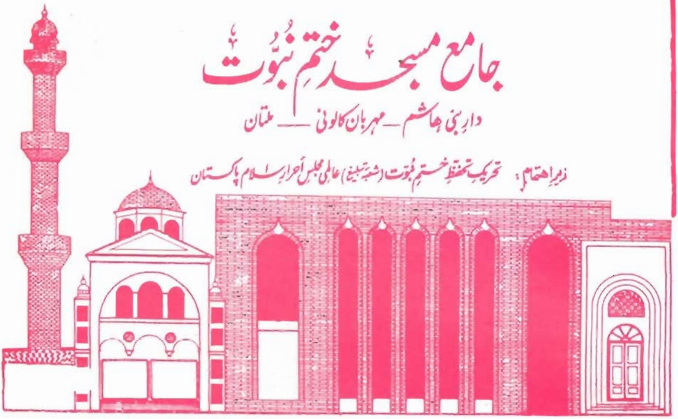

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔ اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔

زیرِ اہتمام : تحریکِ تحفّظِ ختمِ نبوّت • قائم شدہ ۱۹۳۴ء، قادیان، ۱۹۷۶ء، ربوہ،

بانی : رئیس الاحرار امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ

بمقام جامع مسجد احرار ربوہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ

پندرہویں سالانہ یک روزہ

سیرت النبی کانفرنس

صلّی اللہ علیہ وسلّم

جس میں ملک بھر سے ہزاروں احرار فدائین، مزدور، کسان اور طلباء شریک ہو رہے ہیں

زیرِ سرپرستی ○ شیخ المشائخ خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

زیرِ صدارت ؛ مولانا عبدالحق چوہان صاحب مدظلہ،

جلسۂ عام

۱۰ بجے صبح تا
۱۲½ بجے دوپہر

خصوصی خطاب

قائدِ تحریکِ ختمِ نبوّت، ابنِ امیرِ شریعت

سیّد عطاء المحسن بخاری

مسجد احرار تا مسجد بخاری دورانِ جلوس زعماءِ احرار ایمان افروز بیانات کریں گے۔

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ فون : ملتان ۵۱۱۹۶۱، ربوہ ۸۸۶، لاہور ۶۳۶۰۶۸، چنیوٹ ۳۴۴۲، چیچہ وطنی ۲۹۵۳-۲۱۱۲